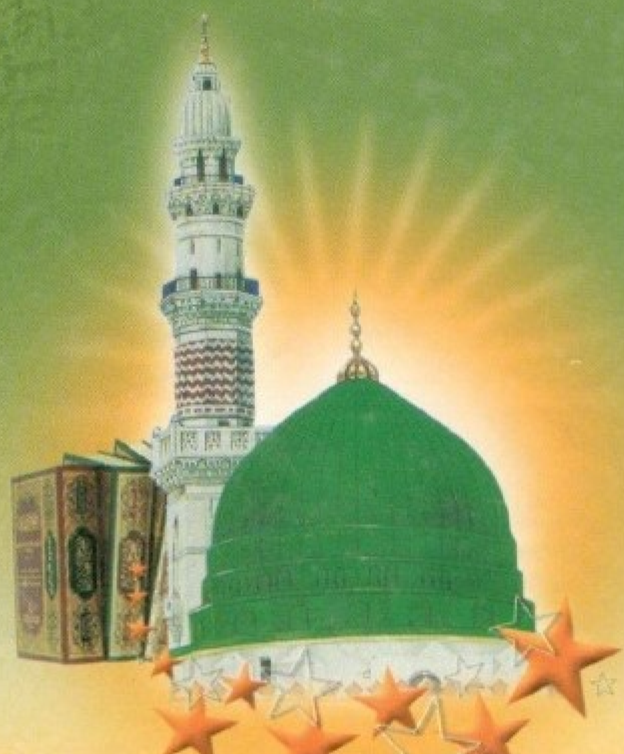
قاموس اصطلاحات

علوم الحدیث

ڈاکٹر مولانا ساجد الرحمٰن صدیقی مدظلہم

ابن حضرت مولانا مفتی اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ



دارالاشاعت کراچی

قاموس اصطلاحات
علوم الحدیث

ڈاکٹر مولانا ساجد الرحمٰن صدیقی مدظلہم

ابن حضرت مولانا مفتی اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : مارچ ۲۰۰۹ء علمی گرافکس
ضخامت : 144 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
ادارۃ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
At Continenta (London) Ltd.
Cooks Road, London E15 2PW

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

تعارف مصنف مدظلہم

ڈاکٹر مولانا ساجد الرحمٰن صدیقی مشہور دینی، علمی خاندان کے چشم و چراغ اور حضرت مولانا مفتی اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ کے نامور فرزند ارجمند ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم اور مولانا محمد مالک کاندھلویؒ اور مولانا جمشید علی صاحب سے حاصل کی۔ درسِ نظامی کی تکمیل دارالعلوم اسلامیہ (ٹنڈو الہ یار) سے تقریباً چالیس سال پہلے کی اور وقت کے جید علماء حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا لطافت الرحمٰنؒ، حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ سے خصوصی علمی و روحانی استفادہ کیا۔ سندھ یونیورسٹی سے ایم۔ اے (عربی) امتیاز کے ساتھ پاس کر کے گولڈ میڈل حاصل کیا بعد ازاں پنجاب یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور ایک طویل عرصہ تک بیرون ملک یونیورسٹی میں استاذ الحدیث کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔

عملی زندگی علومِ نبوت کی نشر و اشاعت، قال اللہ و قال الرسولؐ کی تدریس اور دین کی سربلندی و سرخروی میں بسر ہو رہی ہے۔

مصنف مدظلہم کی عربی، انگریزی اور اردو تینوں زبانوں میں تصانیف ہیں اور متعدد اہم علمی مراجع کا اردو میں ترجمہ ہے جن میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی ''عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید'' کا ترجمہ سرفہرست ہے جس پر حضرت بنوریؒ کے کلمات ستائش مرقوم ہیں۔

تصانیف:

۱۔ كتابة الحديث باقلام الصحابةؓ
۲۔ نشاة علوم الحديث و تطورها
۳۔ مناهج و اساليب دعوة الرسولؐ
۴۔ اسلام کا نظامِ پولیس اور احتساب
۵۔ عرف و عادت اسلامی قانون کی نظر میں
۶۔ اسلامی فقہ کے اصول و مبادی
۷۔ فقہ اسلامی کا تاسیسی پس منظر
۸۔ کتابت حدیث صحابہ کرامؓ کے قلم سے۔
۹۔ Studies in Islamic Jurisprudence

بیس سے زائد اہم عربی کتب کا اردو ترجمہ۔

فہرست عنوانات

مُقدّمہ

فاران کی چوٹیوں سے آفتاب نبوت طلوع ہوا تو اللہ کی زمین نور حق سے منور ہوگئی، باطل کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور صحرائے عرب کا ذرہ ذرہ چمک اٹھا، عرب کے صحرا نشین تہذیب وتمدن کے قائد بن گئے۔ یثرب مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہلایا اور دنیا کی علمی اور فکری قیادت کا مرکز بن گیا۔ اس مرکز علمی میں علم حاصل کرنے والے صحابہ کرامؓ تھے اور علم نبوتؐ ہی العلم تھا جس کے سیکھنے اور عمل کرنے میں وہ شب وروز منہمک رہتے تھے، وہ علم وعمل اور قرآن ایک ساتھ سیکھتے تھے۔ مجلس نبویؐ میں بالالتزام حاضر ہوتے، ارشادات نبوی یاد کرتے لکھتے اور لکھے ہوئے کو سنتے اور سناتے اور حدیث رسولؐ کو نہ صرف سینۂ قرطاس پر لکھتے بلکہ صفحات قلب پر مرتسم کرلیتے، بعض صحابۂ کرامؓ کاروبار میں مصروف ہونے کی بنا پر روزمرہ کی حاضری سے قاصر ہوتے تو باری متعین کرلیتے کہ ان میں سے ایک جائے اور شام کو واپس آکر کاشانۂ نبوت سے جو موتی سمیٹ کر لایا ہے وہ اپنے بھائی کے سامنے بکھیر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد متعدد صحابۂ کرامؓ نے اپنی زندگیاں علم حدیث کے حصول میں لگادیں۔ ابوہریرہؓ کا حفظ حدیث کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا وہ ایک تہائی رات حدیث نبویؐ یاد کرتے اور روایت کرتے مشتاقانِ علم دور دور سے آتے اور صفہ نشین ابوہریرہؓ سے علم حدیث سیکھتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص کے لئے الصحیفۃ الصادقۃ جس میں انہوں نے احادیث قلمبند کی تھیں دنیا کی بیش بہا متاع تھا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ جلتی دوپہر میں کسی صحابی کے دروازے پر بیٹھے رہتے اور مٹی وغبار اڑ کر ان کے چہرے پر گرتا جب صاحب خانہ باہر آتے تو درخواست کرتے کہ کوئی حدیث رسولؐ سنادیں۔

صحابۂ کرامؓ نے احادیث نبویؐ کے حفظ کا اہتمام کیا اس کی روایت ودرایت کے اصول وضع کیے اور امت کی امانت بکمال دیانت امت تک پہنچادی، تابعین صحابۂ کرامؓ کے

تلامذہ تھے انہوں نے حدیث کے حفظ وضبط اور روایت و درایت میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کردیں، جس کے نتیجے میں علم حدیث کے متعلقہ مباحث میں تعدد اور تنوع پیدائش اور متعلقہ بحث نشو ونما پا کر اور ارتقائی منازل طے کر کے ایک مستقل فن کی صورت اختیار کرگئی اور رفتہ رفتہ علم حدیث کے متنوع پہلو مستقل علم کی حیثیت اختیار کر گئے اور ان میں سے ہر علم کو اس قدر توسع اور تنوع حاصل ہوگیا کہ حازمی کو کہنا پڑا کہ اگر ان میں سے کسی ایک علم کے حصول میں کوئی طالب علم اپنی ساری زندگی لگادے تو بھی اس علم کی انتہا کو نہ پہنچ پائے۔ حدیث نبویؐ سے متعلق یہ متعدد علوم مجموعی طور پر علوم الحدیث کہلائے۔

ہر فن اور ہر علم کے جاننے کے لئے اس علم کے مصطلحات کا علم حاصل کرنا لازمی ہے بغیر اس کے اس فن کا سیکھنا سکھانا ممکن نہیں ہوتا۔ علوم الحدیث کے تنوع اور توسع کے ساتھ ان علوم کی اصطلاحات میں بھی تنوع پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ یہ بھی ایک مستقل علم بن گیا اور علم مصطلح الحدیث کے نام سے متعارف ہوا۔

عالم اسلام گزشتہ تین صدیوں سے اپنی تراث علمی سے کنارہ کش ہو چکا ہے اب ایک عام مسلمان کی تو بات ہی کیا تعلیم یافتہ مسلمان کو بھی اصل مآخذ تک رسائی حاصل نہیں ہے۔ خاص طور پر اردو زبان میں علوم الحدیث پر بہت ہی قلیل و نادر کام ہوا اس لئے ضرورت اس امر کی تھی کہ عام فہم اور سلیس زبان میں علوم الحدیث کی مصطلحات کا تعارف کرایا جائے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ مختصر سی کتاب وجود میں آ گئی جس میں اصطلاحات حدیث کو حروف معجم کی ترتیب پر مرتب کر دیا تا کہ اخذ و استفادہ میں سہولت ہو۔ یہ ایک متواضعانہ کاوش ہے جس کا مقصود طلبہ اور عام اردو داں قارئین کو علوم حدیث کے مبادی سے متعارف کرانا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ

ساجد الرحمن صدیقی

الف

آباء عن الابناء:

علم حدیث میں راویان حدیث کی اہمیت محتاج بیان نہیں ہے۔ علمائے حدیث نے انتہائی کاوشوں سے رجال حدیث کے حالات زندگی جمع کیے ہیں اور تحقیق کی ہے کہ کون سا راوی کس درجہ کا ہے اور اس نے کن اساتذہ سے حدیث اخذ کی ہے۔ راویان حدیث کی کثیر تعداد ایسی ہے جن میں باہمی نسبی رشتہ بھی ہے چنانچہ کثیر محدثین ہیں جنہوں نے اپنے والد سے علم حدیث اخذ کیا۔ بعض ایسے ہیں جنہوں نے اپنی اولاد سے علم حدیث حاصل کیا۔ ایسے راویان حدیث جنہوں نے اپنی اولاد سے حدیث سنی اور روایت کی ہو ان کی روایت کو آباء عن الابناء کی علمی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے، مراد ہے وہ راویان حدیث جنہوں نے بیٹوں سے حدیث سنی اور اس کو روایت کیا۔

آثار:

اثر کی جمع ہے یعنی وہ بات جو قدیم زمانے سے منقول ہوتی آ رہی ہو۔ بعض علمائے حدیث نے اثر کے لفظ کا حدیث پر بھی اطلاق کیا ہے چنانچہ اس مفہوم کے مطابق محدث کو اثری بھی کہا جاتا ہے۔ بعض فقہائے کرام کے نزدیک اثر کا لفظ خاص ہے اور صحابہ اور تابعین سے منقول قول کو اثر کہا جاتا ہے چنانچہ کتب فقہ میں بالعموم آثار صحابہ کی اصطلاح ملتی ہے۔ جس سے مراد اقوال صحابہؓ ہیں۔

اباحۃ کتابۃ الحدیث:

اباحت کے معنی جائز کے ہیں اسی سے لفظ مباح ہے یعنی جائز اور درست۔ اباحۃ کتابۃ الحدیث سے مراد ہے حدیث نبویؐ کے ضبط تحریر میں لانے کی اجازت۔ بعض حضرات کا خیال ہے، جو درست نہیں ہے کہ اسلام کے ابتدائی ادوار میں حدیث نبویؐ صرف زبانی نقل ہوتی رہی ہے اور تحریری صورت میں مدون نہیں ہوئی بلکہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنی احادیث کو قلمبند کرنے سے منع فرمادیا تھا۔ تحقیق علمی اس خیال کو غلط ٹھہراتی ہے اور ثابت کرتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ صحابۂ کرامؓ کو احادیث لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی بلکہ متعدد صحابۂ کرامؓ نے احادیث کے مجموعے تیار کئے اور مختلف مواقع پر حدیثوں کو مختلف صورتوں اور شکلوں میں ضبط تحریر میں لائے۔

متعدد احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو احادیث کے قلمبند کرنے کی اجازت دی بلکہ بعض اوقات حکم فرمایا جیسا کہ ہم آئندہ ان احادیث کا ذکر کریں گے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ایک حدیث ممانعت کی بھی موجود ہے جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور صحیح مسلم میں مذکور ہے، جو یہ ہے:

"قرآن کے علاوہ مجھ سے سن کر کچھ نہ لکھو اور اگر کسی نے کچھ لکھا ہے وہ اسے مٹادے۔ مجھ سے احادیث نقل کرو اس میں کوئی حرج نہیں، جو شخص مجھ سے عمداً جھوٹ نقل کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔"[1]

بظاہر یہ حدیث ان احادیث سے معارض ہے جو کتابت حدیث کے جواز میں منقول ہوئی ہیں، اس تعارض کے دور کرنے کے لئے علمائے کرام نے متعدد توجیہات کی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ قرین قیاس یہ توجیہ ہے کہ کتابت حدیث کی ممانعت پر مبنی اس حدیث کا تعلق اس دور اول سے ہے جب قرآن کریم کی آیات کثرت سے نازل ہو رہی تھیں اور ہنوز تمام صحابۂ کرامؓ قرآن کریم کی آیات کی معجزانہ زبان اور اسلوب بیان اور احادیث نبویؐ کی دلنشین تعبیرات میں فرق اور امتیاز پر پوری طرح قادر نہ ہوئے تھے اسباب کتابت کے قلیل ہونے کی بنا پر بعض صحابۂ کرامؓ قرآن کریم کے اپنے لکھے ہوئے مصاحف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا کوئی تفسیری نکتہ بھی حاشیہ پر لکھ لیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ جن مصاحف یا مجموعوں میں صحابۂ کرامؓ قرآن کریم کی آیات لکھتے ہیں ان کے حواشی پر بھی قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھیں۔ یہ بات بھی مدنظر رہے کہ حدیث

---

[1] اس کے علاوہ بھی بعض آثار ہیں جو کتابت حدیث کی ممانعت پر دلالت کرتے ہیں لیکن یہ تمام آثار صحت کے درجے کو نہیں پہنچتے خود حضرت ابو سعید خدریؓ کی مذکورہ حدیث کو امام بخاریؒ نے موقوف قرار دیا ہے۔

مذکور میں صرف لکھنے کی ممانعت بیان ہوئی ہے جبکہ حدیث کے نقل و روایت کا صریح حکم دیا گیا ہے بنا بریں یہ حدیث انکار حدیث کی دلیل نہیں بن سکتی، خود اس مذکورہ ممانعت کے عرصے میں صحابۂ کرامؓ احادیث لکھتے رہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکاتیب فرامین معاہدات اور مراسلات لکھواتے رہے۔

اب ہم وہ احادیث ذکر کرتے ہیں جو کتابت حدیث کے جواز اور اس کے مستحسن ہونے پر دلالت کرتی ہیں:

۱:...... رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت و رسالت کے ہر دور میں تحریریں لکھواتے رہے ظاہر ہے کہ یہ تمام تحریریں جو عموماً مکاتیب، بیان احکام شریعت، تبلیغی رسائل، معاہدات اور نوع بہ نوع فرامین پر مشتمل ہیں سب کی سب احادیث ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل اس امر کی دلیل ہے کہ احادیث کا قلمبند کرنا نہ صرف یہ کہ روا اور درست ہے بلکہ اتباع سنت نبویؐ اور اسوہ رسولؐ کی پیروی ہے۔

۲:...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"علم کو قید کرلو میں نے دریافت کیا کہ علم کی تقیید کیا ہے؟ فرمایا لکھ لینا"

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"علم کو ضبط تحریر میں لے آؤ"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم عطا فرمائے گئے تھے، یعنی آپ ایسی مختصر اور فصیح و بلیغ بات فرماتے جو بے شمار معانی اور مفاہیم پر مشتمل ہوتی، چنانچہ جب آپ ایسا کوئی بلیغ جملہ ارشاد فرماتے تو وہ صحابۂ کرامؓ کی زبان پر جاری ہو جاتا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "علم کو ضبط تحریر میں لے آؤ" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ "علم کو ضبط تحریر میں لے آؤ" حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں کو فرماتے "اے میرے بیٹو! علم کو ضبط تحریر میں لے آؤ" یہ بات ظاہر ہے کہ یہاں علم سے مراد حدیث کا علم ہے۔

۳:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

مجالس میں بیٹھا کرتا تھا اور کلامِ نبوت کو پسند کیا کرتا تھا مگر اسے حضورؐ کا کلام یاد نہیں رہتا تھا اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوء حفظ کا شکوہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اپنے سیدھے ہاتھ سے مدد لے لو (یعنی لکھ لیا کرو)''

۴:.....وہب بن منبہ اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

''صحابۂ کرامؓ میں سے کوئی مجھ سے زیادہ احادیث کو محفوظ کرنے والا نہ تھا سوائے عبداللہ بن عمرو کے کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔''

نیز حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''کوئی شخص مجھ سے زیادہ حدیث کا علم رکھنے والا نہ تھا سوائے عبداللہ بن عمروؓ کے کیونکہ وہ ہاتھ سے لکھتے تھے اور قلب میں محفوظ رکھتے تھے میں حفظ رکھتا تھا لکھتا نہ تھا نیز عبداللہ بن عمرو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھنے کی اجازت لی تھی جو آپؐ نے مرحمت فرمادی تھی۔''

۵:.....حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا بیان ہے کہ:

''میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ سے احادیث سنتا ہوں کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں لکھ لیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس کے بعد جو میں نے سب سے پہلے تحریر لکھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل مکہ کے نام خط تھا۔''

۶:.....حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''ہم چند اصحاب رسول، اللہ کے رسولؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں ان میں سب سے چھوٹا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے، جب سب باہر آئے تو میں نے کہا آپ کیسے رسول اللہ کی احادیث بیان کرتے ہیں جبکہ آپ نے ابھی یہ وعید سنی، یہ حضرات متبسم ہوئے اور کہا بھتیجے ہم جو سنتے ہیں وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوتا ہے۔''

۷:.....فتح مکہ کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ بلیغ ارشاد فرمایا، سامعین میں یمن کے ایک صاحب جن کا نام ابوشاہ تھا کھڑے ہوئے اور درخواست کی کہ انہیں یہ خطبہ لکھوا دیا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، ابوشاہ کو یہ خطبہ لکھ دو۔

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ ابوشاہ کو یہ خطبہ لکھ کر دیدیا گیا۔

۸:.....حضرت رافع بن خدیج انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت اقدسؐ میں عرض کی یا رسول اللہؐ! ہم آپ سے آپ کی احادیث سنتے ہیں کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں ہے لکھ لیا کرو۔''

۹:.....حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو کچھ سنتا لکھ لیتا تا کہ یاد کرسکوں قریش کے اصحاب نے مجھے منع کیا اور کہا کہ تم جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے ہو لکھ لیتے ہو حالانکہ آپؐ بشر ہیں کبھی خوشی میں گفتگو فرماتے ہیں کبھی ناراضگی میں۔ میں یہ سن کر رک گیا اور اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپؐ نے اپنی انگلی سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: لکھ لیا کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میری زبان سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔''

۱۰:.....حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''میں خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں آپؐ کی احادیث روایت کرتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ حدیث یاد کرنے کے ساتھ لکھ لیا کروں اگر آپؐ اجازت دیں تو کروں، فرمایا! تم میری احادیث یاد کرنے کے ساتھ لکھ بھی لیا کرو۔''

۱۱:.....مجاہد کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ دیکھ کر اس کے بارے میں ان سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ ''یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر اس طرح قلمبند کی ہیں کہ میرے اور آپؐ کے درمیان کوئی اور نہ تھا۔''

۱۲:...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ بعض اوقات لوگ ان سے احادیث بیان کرنے کا تقاضا کرتے تو وہ مجموعے لاکر سامنے رکھ دیتے اور کہتے کہ ''یہ احادیث ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھی ہیں اور پھر آپؐ کو سنائی ہیں۔''

ان روایات سے یہ بات بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ صحابۂ کرامؓ کو احادیث قلمبند کرنے کی اجازت دی بلکہ انہیں ضبط تحریر میں لانے کا حکم فرمایا اور بعض صحابۂ کرام نے آپؐ کے فرمودات سن کر لکھے اور ضبط شدہ احادیث کو آپؐ کو سنایا۔ مذکورہ بالا ارشادات کی روشنی میں متعدد صحابۂ کرامؓ نے احادیث کے مجموعے مرتب کئے اور صحیفے تیار کئے۔ (دیکھئے: تدوین حدیث)

ابدال:

ابدال اور بدل مترادف مصطلحات ہیں اور اسناد عالی کی ایک قسم ہیں۔
(دیکھئے: اسناد عالی)

ابناء عن الآباء:

بعض راویان حدیث نے اپنے والد سے حدیث اخذ کی اور اسے روایت کیا ہے اس کو علوم الحدیث میں روایۃ الابناء عن الآباء (یعنی بیٹے کا اپنے باپ سے حدیث روایت کرنا) کہا جاتا ہے۔ (دیکھئے: روایۃ الابناء عن الآباء)

اتصال:

اتصال سے مراد سند حدیث کا اتصال ہے، مراد یہ ہے کہ راوی حدیث سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سند حدیث کا متصل اور مربوط ہونا کہ درمیان میں کہیں انقطاع ارسال اور اعضال نہ ہو۔ (دیکھئے: متصل صحیح، انقطاع، ارسال، اعضال)

ائتلاف واختلاف:

ائتلاف کے لفظی معنی جڑنے اور یکساں ہونے کے ہیں جبکہ اختلاف کے معنی فرق کے اور مختلف ہونے کے ہیں۔ بعض رواۃ کے نام باہم ملتے جلتے اور مشابہ ہوتے ہیں یعنی

عربی زبان کے قواعد کے مطابق ان کی تحریری صورت یکساں ہوتی ہے لیکن ان کا تلفظ اور ادائیگی باہم مختلف ہوتی ہے جیسے اَبِیّ (میرا باپ) اور اُبَیّ (مشہور صحابی حضرت اُبَیّ بن کعب) اور جیسے سَلام اور سَلّام۔ (دیکھئے مؤتلف ومختلف)

اَثر:

اثر کے معنی کسی پرانی بات کے نقل ہونے کے ہیں اس کی جمع آثار ہے۔ اثر کا لفظ روایت کردہ خبر اور قدیم طریقہ جو باقی چلا آرہا ہو پر بھی بولا جاتا ہے۔ بعض علمائے حدیث نے اثر کو حدیث کے ہم معنی استعمال کیا ہے اسی بنا پر محدث کو اثری کہا جاتا ہے۔ چنانچہ حافظ زین الدین العراقی جنہوں نے الفیہ کے نام سے علوم الحدیث کے مسائل کو منظوم کیا ہے اس الفیہ کے آغاز میں فرماتے ہیں:

یقول راجی ربه المقتدر   عبد الرحیم بن الحسین الأثری

اِجازہ:

اجازہ کا لفظ وہی ہے جسے اردو میں اجازت لکھا جاتا ہے، عربی زبان میں اس کا اصل مفہوم زمین کو یا جانوروں کو پانی سیراب کرنا ہے جبکہ اس کا اصطلاحی مفہوم استاذ کا شاگرد کو اجازت دینا کہ اس نے جو علم استاذ سے حاصل کیا ہے وہ اسے نقل کرسکتا ہے اور بیان کرسکتا ہے، یعنی مزید تشنگانِ علم کو اسی طرح سیراب کرسکتا ہے جس طرح وہ خود اپنے استاذ کے علم سے مستفید ہوا ہے۔

فن حدیث کی زبان میں جب شاگرد اپنے استاذ سے حدیث اخذ کرتا ہے، تو اسے تحمل کہا جاتا ہے تحمل حدیث کی آٹھ اقسام ہیں، جن میں سے ایک ''اجازہ'' ہے۔ اجازہ کے معنی ہیں شیخ اپنے تلمیذ کو اجازت دیدے کہ اس نے اس سے جو احادیث اخذ کی ہیں وہ تمام یا ان کا کچھ حصہ وہ روایت کرسکتا ہے۔ خواہ شاگرد نے یہ احادیث اس سے سنی ہوں یا نہ سنی ہوں یا استاذ نے اسے حدیث کا کوئی تحریری مجموعہ دیا ہو اور شاگرد نے یہ مجموعہ حدیث استاذ کو پڑھ کر سنا دیا ہو یا نہ سنایا ہو، بہر صورت اگر استاذ شاگرد کو احادیث روایت کرنے کا اذن دیدے تو یہ اجازہ ہے، مثلاً یہ کہہ دے کہ میں تمہیں اپنے مجموعۂ حدیث میں مذکور احادیث کے روایت

کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔

اجازہ کی متعدد صورتیں ہیں:

متعین احادیث کی متعین شخص کو اجازت۔ یعنی جن احادیث کی اجازت دی ہے اور جس تلمیذ کو اجازت دی ہے دونوں معلوم اور متعین ہوں۔ مثلاً استاذ شاگرد سے کہے کہ تم میری سند سے صحیح بخاری کی احادیث روایت کر سکتے ہو یہ "اجازہ" کی اعلیٰ ترین صورت ہے۔

متعین شاگردوں کو غیر متعین احادیث کی اجازت۔ مثلاً استاذ کا شاگرد سے یہ کہنا کہ تمہیں ان تمام احادیث کی روایت کی اجازت ہے جو تم نے مجھ سے سنی ہیں یا جس قدر احادیث میں نے روایت کی ہیں تم انہیں روایت کر سکتے ہو۔

غیر متعین کو علی العموم اجازت۔ مثلاً راوی حدیث کا یہ کہنا کہ تمام مسلمانوں کو یا میرے دور کے تمام لوگوں کو میری احادیث روایت کرنے کی اجازت ہے۔

مجہول کی مجہول (نامعلوم) کو اجازت۔ مثلاً یہ کہنا کہ فلاں شخص کے جو لڑکا ہو اس کو میری مرویات روایت کرنے کی اجازت ہے۔

پہلی تین صورتوں کے بارے میں محدثین کی آراء مختلف ہیں جبکہ چوتھی صورت بالاتفاق درست نہیں ہے۔ (دیکھئے: تحمل حدیث)

اجزاء:

اُجزاء، جزء کی جمع ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کا کوئی حصہ۔ چنانچہ قرآن کریم کے سیپاروں کو اجزاء کہا جاتا ہے اور ایک سیپارے کو جزء کہا جاتا ہے۔ علوم الحدیث کی اصطلاح میں جزء وہ مختصر مجموعۂ حدیث ہے جس میں کسی ایک محدث کی مرویات جمع کی گئی ہوں۔ جیسے عبدالکریم الطبری کی جزء مارواہ ابوحنیفۃ عن الصحابہ (حضرت امام ابوحنیفہؒ تابعی تھے اور متعدد صحابہؓ سے حدیث سنی تھی، اس مجموعے میں ان احادیث کو جمع کیا گیا ہے جو امام ابوحنیفہؒ نے صحابۂ کرام سے سنیں) ایک متعین موضوع کے بارے میں جمع کردہ احادیث کے مجموعہ کو بھی جزء کہا جاتا ہے جیسے امام بخاریؒ کی جزء رفع الیدین۔

اُحاد:

اُحاد، اُحد کی جمع ہے جس کے معنی ایک کے ہیں۔ علوم الحدیث کی اصطلاح میں احاد وہ مرویات ہیں جن کی روایت ایک یا دو راویوں نے کی ہو۔ جسے خبرالواحد یا خبرالاٰحاد بھی کہا جاتا ہے۔ (دیکھئے: خبرالاحاد)

اَخبار:

اَخبار، خبر کی جمع ہے، خبر کے معنی ہر اس بات کے ہیں جسے زبانی یا تحریری نقل اور بیان کیا گیا ہو۔ خبر میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ لہٰذا خبر کی صداقت معلوم کرنے کے لئے کچھ اصول وقواعد وضع کئے گئے ہیں، بعض اوقات محدثین خبر کے لفظ کا اطلاق حدیث پر بھی کردیتے ہیں اور کبھی خبر کے لفظ کا اطلاق علی العموم حدیث اقوال صحابہ اور اقوال تابعین پر بھی ہوتا ہے۔ (دیکھئے: خبر اور خبر واحد)

اختلاط:

اختلاط کا لفظ خلط سے بنا ہے جس کے معنی ایک شئے کو دوسری شئے میں ملانے کے ہیں۔ یہاں اختلاط سے اختلاط عقل مراد ہے، یعنی راوی حدیث کی یادداشت میں بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے مختلف روایات کا آپس میں مختلف ہو جانا علمائے حدیث نے جہاں بہت کاوش اور محنت سے راویان حدیث کے حالات زندگی اور ان کی عدالت وتقوٰی و دیانت کی کیفیات محفوظ کی ہیں وہاں انہوں نے یہ تحقیق بھی کی کہ وہ کون کون سے راوی ہیں جنہیں آخری عمر میں نسیان اور اختلاط کا عارضہ لاحق ہوا۔ ایسے راوی جنہیں آخر میں اختلاط اور نسیان لاحق ہو گیا ہو ان کی اختلاط سے پہلے کے زمانے کی مرویات قابل قبول ہیں بعد اختلاط کی مرویات قابل قبول نہیں ہیں۔

اختلاف الحدیث:

اگر ایسی صورت پیش آئے کہ ایک ہی مضمون کی دو حدیثیں موجود ہوں اور دونوں میں بظاہر تعارض ہو (گو یہ تعارض حقیقی نہ ہو) تو اس اختلاف کو اختلاف الحدیث کہا جاتا ہے چونکہ یہ اختلاف بالعموم ظاہری ہوتا ہے حقیقی نہیں ہوتا اس لئے علمائے حدیث نے ان کے

ظاہری اختلاف اور تعارض کو رفع کیا ہے ان کے باہمی مفاہیم کو متعین کیا ہے اور ان کے درمیان توفیق پیدا کر کے ان کے معانی متعین کئے ہیں اور بعض اوقات ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دی ہے اور وجوہ ترجیح بیان کی ہیں۔ علمائے حدیث کی اس طرح کی احادیث کی توضیحات اس قدر مفصل ہیں کہ یہ بذات خود ایک علم بن گیا ہے جسے علم مختلف الحدیث کا عنوان دیا گیا ہے۔ (دیکھئے: علم مختلف الحدیث)

الاخوۃ والاخوات:

بعض راویان حدیث کے درمیان نسبی تعلق بھی ہوتا ہے۔ علمائے حدیث نے کتب رجال میں مختلف راویان حدیث کے حالات زندگی کی بحث و تحقیق میں ان کے درمیان باہمی نسبی رشتوں کو بھی اہمیت دی ہے چنانچہ اگر دو راویان حدیث جنہوں نے ایک دوسرے سے حدیث اخذ و روایت کی اور دونوں آپس میں بھائی یا بھائی اور بہنیں ہیں فن رجال کے علماء نے اس امر کی بھی تصریح کر دی ہے۔ غرض ایسے دو راوی جو آپس میں بھائی ہوں یا بہن بھائی ہوں اور دونوں نے ایک دوسرے سے حدیث سنی اور روایت کی ہو اس صورت کو علم الحدیث میں الاخوۃ والاخوات کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔

(دیکھئے: معرفۃ الاخوۃ والاخوات)

أداء الحدیث:

راوی جب اپنے استاذ یا شیخ سے حدیث سنتا یا اخذ کرتا ہے اور اس حدیث کے مفاہیم اور معانی کو بخوبی سمجھ کر اس کے الفاظ کو حفظ کر لیتا ہے تو یہ تحمل حدیث کہلاتا ہے پھر جب یہ راوی اس حدیث کو دوسروں تک پہنچاتا اور روایت کرتا ہے تو اس کا روایت کرنا اور دوسروں تک اس حدیث کا پہنچانا أداء الحدیث کہلاتا ہے۔ گویا اس نے جو حدیث اپنے شیخ سے اخذ کی وہ اس کے پاس بطور امانت محفوظ تھی اور اب اس نے یہ امانت ادا کر دی۔ وہ راوی اداء حدیث کا اہل ہوگا جس میں یہ شرائط اہلیت موجود ہوں: اسلام، بلوغ، عدالت اور ضبط اگر یہ جملہ شرائط موجود نہ ہوں تو ایسے راوی کی روایت نا قابل قبول ہوگی۔

(دیکھئے: اسلام، بلوغ، عدالت اور ضبط)

آداب:

آداب، ادب کی جمع ہے۔ انسانی نفس کو تعلیم و تہذیب کے ذریعے اچھے اطوار اور مستحسن عادات کی مشق کرانا اور اسے ان امور کا اس طرح عادی بنانا کہ وہ اس سے بلا تکلف صادر ہونے لگیں۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اس قدر بلند اور عظیم ہے کہ اس کے سننے سنانے اور سیکھنے سکھانے کے وقت جملہ آداب کی رعایت لازم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی قدر اور تعلیم اسی طرح چاہئے جس طرح صحابہ کرامؓ آپ کی اور آپ کے کلام کی فرمایا کرتے تھے، جس قدر استاذ اور متعلم مؤدب ہوں گے اسی قدر نور نبوت سے فیضیاب ہوسکیں گے۔ اسی بناء پر محدثین کرام نے تفصیل سے ان آداب کا ذکر کیا گیا ہے جو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معلم اور متعلم کو اختیار کرنے چاہئیں۔

(دیکھئے: آداب طالب اور آداب محدث)

آداب طالب:

جو مسلمان حدیث رسول سیکھنے کا ارادہ کرے، خواہ سیکھنے کی کوئی بھی صورت ہو اسے چاہئے کہ سب سے پہلے اپنی نیت درست کرے کہ فرمان نبویؐ کے سیکھنے سے اس کی غرض اور مقصود صرف اور صرف ثواب آخرت اور نور نبوت سے مستفاد ہو کر فرامین نبوت کے مطابق اپنی سیرت و کردار کو ڈھالنا ہو نیز یہ کہ ہر طرح کی دنیاوی اغراض سے اپنے قلب کو صاف اور اپنے باطن کو پاک کرے۔ اس لئے کہ بمطابق فرمان نبوی اگر کوئی شخص قرآن و حدیث کا علم کسی دنیاوی غرض کے لئے حاصل کرے وہ آخرت میں جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔

سب سے پہلے طالب علم حدیث اپنے شہر کے محدثین سے علم حاصل کرے پھر علم حدیث کے حصول کے لئے سفر کرے۔ طالب علم حدیث پر لازم ہے کہ ان تمام علماء اور محدثین کا حد درجہ احترام کرے اور ان کی توقیر کرے اور ان کی دل سے عزت کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تکریم عالم یا محدث کی ذات کی نہیں بلکہ اس علم کی توقیر ہے جو طالب علم اس استاذ سے حاصل کر رہا ہے۔ طالب علم جس قدر استاذ کا احترام کرے گا اتنا ہی اس کے علم سے مستفید ہوگا اور اتنا ہی اس کے قلب میں نور علم پیدا ہوگا۔

آداب محدّث:

حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرنے والے علم حدیث کے تلامذہ کو سکھانے والے استاذ یا محدث کا اولین فریضہ اخلاصِ نیت ہے کہ اس کی غرض وحید جزائے آخرت کے سوا اور کوئی بات نہ ہو۔ محدث علمِ حدیث کے جاننے کے ساتھ عملاً احادیث میں بیان کردہ احکام کے مطابق زندگی گزارتا ہو اور آدابِ حسنہ اور شمائل جمیلہ سے مزین ہو، ہر برائی سے احتراز کرتا ہو اور ہر خیر کی جانب طبعاً راغب ہو، ریا سے اور آرائش دنیا سے پاک ہو۔ بیان حدیث سے اس کی غرض اور مقصود ثواب اخروی ہو اور وہ اس ارادے سے حدیث بیان کرے کہ حدیث کا علم اس کے پاس امانت ہے اور اس امانت کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔

محدث جب حدیث کا درس دینے بیٹھے تو وہ باوضو ہو کر باوقار اور شائستہ طریقے پر بیٹھے اور اس کے جملہ اطوار سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی حدیث کی عظمت اور احترام ظاہر ہو۔ تمام طلبہ کی جانب یکساں رجوع کرے حدیث کی تلاوت اطمینان اور وقار کے ساتھ کرے الفاظ حدیث ٹھہر ٹھہر کر واضح طور پر ادا کرے کہ ہر طالب بسہولت الفاظ حدیث کو سمجھ سکے اور اخذ کر سکے۔ جب بھی حضورؐ کا ذکر آئے درود پڑھے اور صلی اللہ علیہ وسلم کہے اور صحابۂ کرامؓ کے ذکر پر رضی اللہ عنہم کہے۔

ادراج:

ادراج کا لفظ درج سے بنا ہے، جس کے معنی کسی بات کے کسی جگہ لکھ دینے کے ہیں۔ ادراج کے معنی کسی بات کو دوسری بات میں داخل کر دینے کے ہیں۔ حدیث کے متن میں راوی حدیث کی طرف سے کوئی لفظ داخل کر دینا علم حدیث میں ادراج کہلاتا ہے اور اس طرح کی حدیث کو مدرج کہا جاتا ہے۔ (دیکھئے: مدرج)

ارسال:

ارسال کے لفظی معنی چھوڑنے کے ہیں اگر سلسلۂ سند حدیث میں تابعی نے صحابی کا نام نہ لیا ہو تو اسے ارسال کہتے ہیں اور اس طرح کی حدیث مرسل کہلاتی ہے یعنی کسی تابعی کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ارسال ہے۔ (دیکھئے: مرسل)

اسانید:

اسانید، سند کی جمع ہے اور مراد ہے حدیث کی سند۔ اور اسے اسناد بھی کہتے ہیں۔ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سند کے ساتھ بیان کرنا کہ فلاں نے فلاں سے سنا امت محمدیہؐ کی امتیازی خصوصیت ہے اور کبھی کسی اور امت میں نہیں پائی گئی سند حدیث، حدیث کے جاننے، جانچنے اور پرکھنے کا ایک نادر اور موثق ترین ذریعہ ہے، اسی لئے عبداللہ بن المبارک نے فرمایا تھا کہ ”اسناد دین کا حصہ ہے کیونکہ اگر سند نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہہ سکتا تھا۔“

سند کو راویانِ حدیث کی تعداد کے اعتبار سے اور ان کی علمی عظمت اور مقام کے اعتبار سے دو درجوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے سند عالی اور سند نازل۔ ایک حدیث کی متعدد اسانید ہوتی ہیں اور محدثین کے یہاں ہر سند کے ساتھ مروی حدیث ایک مستقل حدیث مقصود ہوتی ہے۔ جس حدیث کی سند میں راویوں کی تعداد زیادہ ہو وہ سند نازل ہے اور جس میں یہ وسائط کم ہوں وہ سند عالی ہے۔ سلف صالحین (صحابۂ کرامؓ، تابعین اور اتباع تابعین) کے یہاں سند عالی کا بہت اہتمام تھا اور وہ اس کے لئے طویل اور پُر مشقت سفر کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ نے سواری کا جانور خریدا اور صرف ایک حدیث کے سننے کے لئے ایک ماہ کا سفر کیا۔ تابعین بکثرت کوفہ اور بصرہ سے مدینہ منورہ کا سفر کرتے تھے تاکہ وہاں براہ راست صحابۂ کرامؓ کی زبانی حدیث سنیں، مثلاً اگر ایک تابعی نے دوسرے تابعی سے کوفہ میں یا بصرہ میں ایک حدیث سنی تو اب یہ تابعی اسی حدیث کے اس صحابی سے سننے کے لئے جس سے پہلے تابعی نے سنی ہے مدینہ منورہ کا سفر کرتے اور وہاں جا کر وہی حدیث صحابی کی زبانی سنتے جو پہلے تابعی سے سنی تھی۔ تابعی نے تابعی سے جو حدیث سنی وہ سند نازل ہے کہ ایک تابعی کا واسطہ درمیان میں ہے وہی حدیث جب ان تابعی نے بھی صحابی سے سن لی تو یہ سند عالی ہے کہ درمیان میں تابعی کا واسطہ نہیں رہا اور طلب حدیث کے لئے سفر کو محدثین کے یہاں رحلۃ فی طلب الحدیث کہتے ہیں۔ (دیکھئے: اسناد عالی اور اسناد نازل)

اسباب الجرح:

جرح کے معنی کسی راوی کے بارے میں ایسی بات کہنے کے ہیں جس سے اس کے

حفظ پر یا اس کی دیانت داری (ضبط اور عدالت) پر زد پڑتی ہو۔ جب کوئی محدث یا عالم رجال کسی راوی پر تنقید (جرح) کرتا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس کے سامنے اس راوی کے بارے میں کوئی معلومات ہوتی ہیں جن کے پیش نظر وہ اس پر تنقید کرتا ہے، گویا جب وہ کسی راوی پر جرح کرتا ہے اس کے پاس اس کی کوئی نہ کوئی وجہ موجود ہوتی ہے۔ مثلاً اسے اس راوی کے جھوٹے یا فاسق ہونے کا علم ہے یا وہ جانتا ہے کہ فلاں راوی کو عمر کے آخر میں نسیان یا اختلاط لاحق ہو گیا تھا اگر جارح کے سامنے ایسی کوئی وجہ موجود ہو تو اسے سبب الجرح کہتے ہیں اور اس کی جمع اسباب الجرح ہے۔ کسی نقاد کی جرح اسی وقت قابل قبول ہوتی ہے جب وہ اس کی وجہ بتائے اور اس کا سبب متعین کرے کیونکہ ناقدین رجال کے درمیان اسباب جرح مختلف اور متعدد ہیں۔ (دیکھئے: جرح و تعدیل)

اسباب ورود الحدیث:

اسباب سبب کی جمع ہے۔ اس مقام پر سبب سے مراد وہ فرد یا افراد یا واقعہ ہے جس سے کوئی حدیث متعلق ہو، ایسا فرد یا واقعہ متعلقہ حدیث کا سبب الحدیث کہلاتا ہے اور اس کی جمع اسباب الحدیث ہے۔ یعنی جس طرح قرآن کریم کی آیات کے اسبابُ النزول ہیں اسی طرح بعض احادیث کے اسباب ورود الحدیث ہیں۔ مثلاً مشہور حدیث ہے "**إنما الاعمال بالنيات**" (اعمال کا مدار نیتوں پر ہے) اس حدیث کا سبب ورود یہ ہے کہ ایک شخص نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی اس کی نیت ہجرت کی نہ تھی بلکہ وہ اُم قیس نامی عورت سے نکاح کرنا چاہتا تھا، اور اس وجہ سے اس کا نام مہاجر ام قیس پڑ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں جب یہ بات لائی گئی تو آپؐ نے (بغیر اس شخص کا نام لئے جیسا کہ آپ کی عادت شریفہ تھی) یہ حدیث ارشاد فرمائی اور اسی لئے دنیا کی دیگر اشیاء کو چھوڑ کر عورت کا ذکر کیا گیا۔

بعض اوقات سبب ورود حدیث خود حدیث میں مذکور ہوتا ہے۔ جیسے حدیث الایمان میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک حضرت جبریلؑ کے سوال کے جواب میں ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے ان میں سے بعض میں سبب ورود حدیث مذکور ہوتا ہے اور بعض میں نہیں ہوتا۔ فنی لحاظ سے یہ صورت زیادہ اہم ہے اور لائق توجہ ہے کہ سبب حدیث کے بیان سے اس کے فقہی پہلو اور معنوی نکات زیادہ

روشن اور واضح ہو جاتے ہیں، جیسے حدیث ہے "**الخراج بالضمان**" بعض اسانید حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا وہ کچھ عرصہ اس کے پاس رہا پھر اسے اس میں کوئی عیب نظر آیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا معاملہ لے کر آیا آپ نے غلام کے واپس کرنے کا حکم فرمایا اس پر پہلے مالک (بائع) نے کہا کہ یا رسول اللہ! اس نے میرے غلام سے اس عرصے میں خدمت بھی لی ہے، آپ نے فرمایا الخراج بالضمان.

اسباب وضع الحدیث:

خلافت راشدہ کے زمانے میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی طرح کے جھوٹ کا یا اس میں کسی ملاوٹ کا کوئی شائبہ پیش نہیں آیا، پہلے تین خلفاء کے دور میں یہ امکان ہی نہیں تھا کہ کوئی شخص کوئی جھوٹی یا غلط بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنے کی جسارت کرے۔ چوتھے خلیفۂ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانۂ خلافت میں ایسے حالات رونما ہوئے جن کے نتیجے میں بعد میں جا کر قرآن اور حدیث کی نصوص میں ایسے مؤقف کی تائید کے لئے وضع حدیث کا دروازہ کھلا۔ اسلام دور دراز کے علاقوں اور ممالک تک پھیل چکا تھا اور اسلام کے غلبہ کے زیر اثر ایسے لوگ بھی بظاہر مسلمان ہو گئے تھے جن کے دلوں میں اسلام داخل نہیں ہوا تھا۔ اعداء اسلام جو یہ سمجھ چکے تھے کہ اب اسلام پر غلبہ پانا اور مسلمانوں کو شکست دینا ممکن نہیں رہا وہ اسلام کو نقصان پہنچانے کی غرض سے دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اور غیر مسلموں اور اعداء اسلام کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کے نتیجے میں مسلمان فرقوں اور جماعتوں میں بٹ چکے تھے اور مذہبی اور سیاسی اختلافات مسلم امہ کے وجود میں سرائیت کر چکے تھے۔ بطور خاص حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے باہمی اختلاف نے بڑے دور رس اثرات مرتب کئے، ہر دور کے متبعین نے کوشش کی کہ اپنے اپنے موقف کو قرآن وسنت سے تائید فراہم کی جائے، چنانچہ کسی نے تاویل سے کام لیا اور کسی نے نصوص قرآن وسنت کی ایسی تعبیر کی جس کا بظاہر نص میں احتمال نہیں تھا لیکن ان سب باتوں کے باوجود وضع واختلاق کی نوبت نہیں آئی بلکہ وضع حدیث کا آغاز دوسری صدی کی آخری حصے سے شروع ہوا جس کے متعدد اسباب تھے جن میں سے چند ہم یہاں بیان کرتے ہیں:

۱:.....سیاسی اور مذہبی اختلافات شدت اختیار کر گئے اور شیعوں میں بعض انتہا پسند اور متشدد

گروہ وجود میں آ گئے جو روافض کہلائے۔ روافض نے احادیث کی تاویل پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ وضع حدیث کی جسارت کی اور اپنے غلط معتقدات کی تائید میں احادیث وضع کیں۔ چنانچہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ "روافض سے نہ حدیث سنو اور نہ اسے روایت کرو وہ جھوٹے ہیں۔" ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں رقمطراز ہیں:

"فضائل کی حدیثوں میں جھوٹ اور کذب کی اساس شیعوں کی قائم کردہ ہے سب سے پہلے انہی نے فضائل علی میں حدیثیں وضع کیں ظاہر ہے کہ یہ کام انہوں نے اپنے مخالفین کی دشمنی میں کیا۔ جب حضرت ابوبکر کے حامیوں نے یہ رنگ دیکھا تو انہوں نے بھی اسی روش کو اختیار کیا۔"

اہل اھواء اور اعداء اسلام نے شیعیت میں اپنے لئے زیادہ گنجائش پائی چنانچہ انہوں نے شیعیت کے پردے میں حضرت علیؓ اور اہل بیت کے فضائل میں احادیث وضع کیں۔ حق بات وہ ہے جو علامہ ابن الجوزی نے فرمائی ہے کہ حضرت علیؓ کی منقبت اور ان کے فضائل میں صحیح احادیث کی موجودگی میں وضع اختلاق کی ضرورت ہی نہ تھی، لیکن شیعوں کی تسلی نہ ہوئی اور انہوں نے فضائل علیؓ میں حدیثیں گھڑیں جن سے حضرت علیؓ کا مرتبہ تو کیا بڑھتا دراصل شیعوں نے اپنی اس روش سے کم کرنے کی کوشش کی۔

۲:...... آغاز دعوتِ اسلام ہی سے قریش کے لوگ اس دعوت کے اور صاحب دعوتؐ کے دشمن ہو گئے جیسے جیسے کاروانِ دعوت رفتہ رفتہ آگے بڑھتا رہا عداوت کی آگ بھڑکتی گئی اور پھیلتی چلی گئی حتیٰ کہ سارا جزیرہ نمائے عرب دشمن بن گیا اور جب اسلام نے آگے بڑھ کر قیصر و کسریٰ کو للکارا تو اس زمانے کی عظیم اور طاقتور سلطنتیں بھی اسلام کی دشمن بن گئیں مگر اس عداوت اور دشمنی کے علی الرغم اسلام کی دعوت پھیلتی گئی اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔ اسلام کی شوکت وعظمت اور اس کی دعوت کی قوت اور اس کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کی کثرت نے اعدائے اسلام کو مایوس کر دیا اور وہ جان گئے کہ اب کھلم کھلا جنگ کے ذریعے اسلام کو شکست دینا ممکن نہیں رہا تو انہوں نے اندر سے نقب لگانے کا فیصلہ کر لیا اور یہ ارادہ کر لیا کہ مسلمانوں کو ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے باہم لڑایا جائے، ان کے پختہ عقائد کو متزلزل کیا جائے اور دین کے

پردے میں رہتے ہوئے غلط تصورات وخیالات کا پرچار کیا جائے۔ اعدائے اسلام اور زنادقہ کا یہ گروہ کبھی تشیع کا نقاب اوڑھ کر بیٹھا اور کبھی حکمت وتصوف کی آڑلی اور کبھی فلسفہ کے پیچھے پناہ ڈھونڈی اور دین میں رخنہ اندازی کے لئے ہر حیلہ اور وسیلہ اختیار کیا حتیٰ کہ وضع حدیث کو بھی ہتھیار بنایا۔

۳:...... اسلام سے پہلے عرب تہذیب نا آشنا صحرا نورد بدو تھے، نہ ان کے پاس تہذیب وتمدن تھا اور نہ علم وثقافت۔ اس کے بالمقابل فارس اور روم بڑی سلطنتیں تھیں اور یہ اقوام تہذیب وتمدن اور علوم وفنون میں ترقی کی اوج ثریا پہ پہنچی ہوئی تھیں۔ اسلام کی بدولت یہ بدو ساری دنیا کے مقتداء اور امام بن گئے دنیا کے سارے علوم وفنون قرآن وحدیث کے سامنے سرنگوں ہو گئے اور تہذیب وتمدن اسلام کے خادم بن گئے۔ ظاہر ہے کہ دین اسلام عرب سے اٹھا تھا اور اہل عرب ہی اولین حاملین دین اسلام تھے اس لئے حکومت وریاست اور معیشت ومعاشرت اور تہذیب وثقافت غرض زندگی کے ہر پہلو میں وہی قیادت وسیادت کے منصب پر فائز ہوئے۔ یہ صورتحال فارس اور روم کے بہت سے لوگوں کو پسند نہ آئی، اول اول وہ اہل عرب کی ساتھ مساوات اور برابری کے مدعی ہوتے اور پھر آگے بڑھ کر عجم کی عرب پر برتری کی ایک منظم فکری تحریک چلائی، جو تاریخ میں شعوبی تحریک کے نام سے متعارف ہوئی۔ ان لوگوں نے بھی وضع حدیث کا طریقہ اختیار کیا اور اپنے قدیم ثقافتی مراکز اور شہروں اور قوموں کی برتری اور فضیلت کی حدیثیں وضع کیں، مزید برآں چونکہ ان قدیم تہذیبوں میں حکومت اور سیادت کے جملہ مناصب موروثی تھے اور اسلام میں دنیا کے ہر منصب کو اہلیت وصلاحیت سے مربوط کر دیا گیا تھا اس لئے ان لوگوں نے اپنے سرداروں اور دینی راہنماؤں کی تقدیس میں اضافہ کے لئے وضع حدیث کو ذریعہ بنایا۔

۴:...... اسلام سے قبل کی قدیم تہذیبوں میں قصہ گو ہوا کرتے تھے یہ لوگ عجیب وغریب حکایات سنا کر اپنی معاش کا وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اوائل اسلام کے قصے اور واقعات جنگ سنانا کر دیئے اور ان میں مزید رنگ بھرنے کے لئے بعض اوقات وضع حدیث سے بھی گریز نہیں کیا ان کی وضع کردہ احادیث میں

اعجاب اور ندرت کا پہلو غالب ہوتا تھا مثلاً وہ بیان کرتے کہ جنت میں جنتی کو ایک محل ملے گا جو سفید موتی سے بنا ہوا ہو گا اس محل میں ستر ہزار مقصورہ ہوں گے ہر مقصورہ میں ستر ہزار قبہ ہوں گے۔"

۵:......قصہ گو لوگوں کی طرح ایک اور جماعت وجود میں آئی یہ وہ لوگ تھے جن کا دینی علم وفہم ناقص تھا مگر ظاہری عبادت میں مصروف رہتے تھے اور بنا بریں عباد اور زہاد کہلاتے تھے، یہ لوگ یہ دیکھ کر کہ لوگ زہد وتقوی کی زندگی سے دور ہوتے جا رہے ہیں اور دنیا میں ان کا انہماک بڑھتا جا رہا ہے ان کو زہد وتقوی کی جانب راغب کرنے کے لئے ترغیب وترہیب پر مشتمل احادیث سناتے لیکن بسا اوقات اپنی کم علمی کی بنا پر اور ترغیب وترہیب کی احادیث سے عدم واقفیت کی بنا پر اعمال حسنہ کی ترغیب اور برے اعمال کی سوء عاقبت کے بارے میں وضع احادیث سے بھی گریز نہ کرتے حالانکہ اگر وہ حدیث کا علم حاصل کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ کلام نبوت میں ترغیب وترہیب کے مضامین پر مشتمل بے شمار شاہ پارے موجود ہیں۔ اسی قسم کے لوگوں نے لوگوں کی قرآن کریم سے بے رغبتی کو دیکھتے ہوئے قرآن کی ہر ہر سورت کے فضائل میں حدیثیں وضع کیں اس قسم کے لوگوں نے بظاہر یہ کام نیک نیتی سے کیا لیکن جس طرح اسلام میں نیت فاسد سے کیا ہوا اچھا عمل بھی فاسد ہو جاتا ہے اسی طرح اچھی نیت سے کیا ہوا غلط کام غلط ہی رہتا ہے اور حسن نیت سے غلط کام درست اور صحیح نہیں ہو سکتا۔

۶:......مذہبی اور کلامی اختلافات نے جاہل اور متعصب لوگوں کو اس جانب مائل کیا کہ وہ اپنے مسلک کی تائید وتوثیق میں وضع حدیث سے کام لیں مثلاً رفع یدین جیسے جزوی مسئلہ پر تعصب اور تنگ نظری نے یہ حدیث وضع کرنے پر مائل کیا کہ جس نے رکوع کے وقت ہاتھ اٹھائے اس کی نماز نہیں ہوئی۔

۷:......بعض لوگ دنیا کے مال ومتاع کے حریص ہیں اور اس کے حصول کے لئے ہر ناجائز اور برا کام کرنے کو تیار رہتے ہیں اور ارباب ثروت اور اصحاب اقتدار کی چاپلوسی اور تملق کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں، چنانچہ اس طرح کے لوگوں نے امراء اور حکام کو راضی کرنے کے لئے وضع حدیث جیسے گناہ کے ارتکاب سے بھی احتراز نہ کیا، عباسی خلیفہ مہدی کبوتر بازی کا

عادی تھا، ایک مرتبہ غیاث بن ابراہیم مہدی کے پاس پہنچا وہ اس وقت کبوتروں کے مشغلے میں مصروف تھا اس نے فوراً حدیث سنا دی کہ "مسابقت صرف تیر اندازی اونٹ اور گھوڑے کی دوڑ میں ہے۔" مگر اس نے حدیث میں "اور پرندے کی پرواز" کے الفاظ بھی شامل کر دیئے، مہدی بھی ایسا جاہل نہ تھا اسے اس حدیث کا علم تھا اور وہ جانتا تھا کہ اس حدیث میں پرندے کی پرواز میں مسابقت کا ذکر نہیں ہے چنانچہ اس نے اس شخص کو دے دلا کر رخصت کر دیا اور اس کے جانے کے بعد کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور اسی وقت کبوتر بازی سے تائب ہو گیا۔ (دیکھئے: موضوع)

استخراج:

استخراج کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی محدث کسی حدیث کی کتاب کی مرویات کو اپنی سند سے بیان کرے یعنی احادیث کے متون تو وہی ہوں جو اس کتاب کے ہیں لیکن ان کے اسانید مختلف شیوخ سے ہوں مگر اوپر جا کر یہ اسانید صاحب کتاب کے شیخ یا شیخ سے متصل ہو جاتی ہیں۔ احادیث کی ایسی کتاب کو مستخرج کہا جاتا ہے۔ (دیکھئے: مستخرج)

استدراک:

استدراک کے لفظی معنی کسی نامکمل کو مکمل کرنے کے ہیں جبکہ علوم الحدیث کی اصطلاح میں استدراک کا یہ مفہوم ہے کہ کوئی مصنف حدیث کی کسی کتاب میں مذکور احادیث کے علاوہ مزید ایسی احادیث ذکر کرے جو پہلے مصنف کی مقرر کردہ شرائط پر پوری اترتی ہوں، اس طرح کے حدیث کے مجموعہ کو مستدرک کہا جاتا ہے۔ (دیکھئے: مستدرک)

اسلام:

کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے لازم ہے کہ اس کا راوی مسلمان ہو، ضابط ہو اور عادل ہو اور بغیر اسلام عدالت کا تصور نہیں ہے اس لئے راوی حدیث کا مسلمان ہونا شرط ہے۔

اسماء مختلفہ اور نعوت متعددہ:

محدثین کرام نے رجال وحدیث کے بارے میں وہ تمام معلومات حاصل کرنے کی

جن کا کسی نہ کسی طرح روایت حدیث سے تعلق ہوا انتہائی جانفشانی سے کام لیا ہے۔ ہزاروں انسانوں کے حالات زندگی جمع کئے اور بتایا کہ انہوں نے کن کن اساتذہ سے حدیث کا علم حاصل کیا اور کون ہیں جنہوں نے ان سے حدیث اخذ کی۔ کن ملکوں اور شہروں کا سفر کیا، حدیث کے حفظ کی کیا کیفیت تھی، دیانت وامانت اور تقوٰی کا کیا معیار تھا، کون سی حدیث کس راوی سے کس وقت سنی تھی، جس راوی سے حدیث سنی تھی کیا اس سے کوئی نسبی رشتہ بھی تھا۔ راویانِ حدیث کے حالات زندگی کے بارے میں یہ ایسا بیش قیمت ذخیرہ ہے، جس کی نظیر کسی قوم میں نہیں ملتی۔ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے ماننے والے اپنے انبیاء کے حالات زندگی بھی محفوظ نہ رکھ سکے جبکہ ملت اسلامیہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول وعمل اور ہر جنبشِ ابرو کو محفوظ کرلیا۔

بعض رواۃ حدیث ایسے بھی ہیں جو متعدد ناموں سے متعارف ہیں، یا ان کی ایک سے زیادہ کنیتیں ہیں یا وہ متعدد القاب سے متعارف ہوئے اس طرح کے راویانِ حدیث کے بارے میں کتب علوم حدیث میں یہ الفاظ مستعمل ہوئے ہیں اسماء مختلفہ ونعوت متعددہ یعنی وہ رجال حدیث جو ایک سے زائد ناموں اور اوصاف سے متعارف ہوئے۔ محدثین نے ایسے رواۃ حدیث کے بارے میں بھی مستقل معلومات فراہم کی ہیں تاکہ روایت حدیث میں کسی طرح کے التباس یا تدلیس کا امکان باقی نہ رہے چنانچہ حافظ عبدالغنی بن سعید ازدی کی اس موضوع پر ایک عمدہ اور مفید کتاب ہے۔

اسماء مشترکہ بیان الرجال والنساء:

روایانِ حدیث میں بعض راوی ایسے بھی ہیں کہ ایک مرد ہے اور ایک عورت ہے اور دونوں کا ایک ہی نام ہے یعنی مرد راوی اور عورت راوی کا نام مشترک ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں بعد میں آنے والے لوگوں کو التباس اور اشتباہ پیدا ہوسکتا ہے بنا بریں محدثین نے اس طرح کے ملتے جلتے ناموں والے راویان حدیث کی تحقیق کر کے بتایا ہے کہ کس کا کیا نام ہے اور کون ان میں سے مرد ہے اور کون عورت ہے۔ اس طرح کے اسماء کی دو صورتیں ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ صرف نام مشترک ہو جیسے اسماء بن حارثہ اور اسماء بن رباب دونوں صحابی ہیں اور اسماء بنت ابی بکر اور اسماء بنت عمیس دونوں صحابیہ ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دو راویوں

کے نام اور ان کے باپ کے نام مشترک ہوں جیسے بسرہ بن صفوان مرد ہیں اور بسرہ بنت صفوان عورت ہیں۔

اسماء مفردہ:

محدثین نے جس دقت اور تعمق سے راویانِ حدیث سے متعلق ہر ہر بات کی تنقیح کی وہ مسلمانون کا ایک قابل فخر کارنامہ ہے اس تحقیق اور اس تنقیح کے نتیجے میں بعض ایسے راویانِ حدیث بھی سامنے آئے جو اپنے نام میں منفرد ہیں یعنی راوی اپنے نام میں منفرد ہے اور راویانِ حدیث میں اور کسی کا وہ نام نہیں ہے، یا وہ کوئی راوی اپنی کنیت یا لقب میں منفرد ہے اور کسی اور کی وہ کنیت اور لقب نہیں ہے۔ مثلاً اُجمد بن عجیان۔ حافظ احمد بن ہارون بردیجی کی اس موضوع پر مستقل کتاب ہے۔

الأسماء والکنیٰ:

کنیٰ کنیت کی جمع ہے۔ اہل عرب کا طریقہ تھا کہ جب کسی کو مخاطب کرتے تو احتراماً اس کا نام لینے کے بجائے اسے اس کے بیٹے کے نام سے پکارتے کہ اے فلاں کے والد اس کو کنیت کہا جاتا ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کا نام قاسم تھا اور آپ کی کنیت ابوالقاسم اور آپؐ نے فرمایا اپنی اولاد کا نام میرے نام پر محمد تو رکھو مگر کسی کو میری کنیت ابوالقاسم سے نہ پکارو۔

راویانِ حدیث میں متعدد ایسے راوی ہیں جن کی کنیت بھی ہے لیکن وہ اپنے نام سے مشہور ہیں اور ایسے بھی ہیں جو کنیت سے مشہور ہیں اور نام سے متعارف نہیں ہیں۔ علمائے حدیث نے اس طرح کے رواۃ کی تحقیق کی ہے اور جو نام سے مشہور ہیں ان کی کنیت بتائی ہے اور جو کنیت سے مشہور ہیں ان کا نام ذکر کیا ہے۔ مقصود یہی ہے کہ ان کے درمیان التباس اور اشتباہ باقی نہ رہے اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ نام سے مشہور راوی اور ہے اور کنیت والا کوئی اور راوی ہے۔ اور اس سے یہ متعین ہوگا کہ اس راوی سے جو احادیث مروی ہیں ان کا راوی ایک ہی ہے دو نہیں ہیں۔ جیسے حاکم نے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے جس کا متن یہ ہے کہ "جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔" اور اس حدیث کی یہ سند بیان کی

یوسف از ابوحنیفہ از موسیٰ بن عائشہ از عبداللہ بن شداد از ابوالولید از جابر۔ بعد ازاں حاکم کہتے ہیں کہ ابوالولید عبداللہ بن شداد کی کنیت ہے اور در حقیقت عبداللہ بن شداد اور ابوالولید ایک ہی ہیں، راوی کو وہم ہوا اور اس نے ایک راوی کو دو بنا دیا، کبار محدثین مثلاً ابن المدینی، مسلم، حاکم اور ابن مندہ کی اس موضوع پر مستقل تصانیف ہیں۔

اسناد:

اسناد کے لفظی معنی ہیں کسی بات کو اس کے کہنے والے کی طرف منسوب کرنا۔ علومِ الحدیث میں اسناد کے معنی سند حدیث بیان کرنے کے ہیں۔ اسناد اور سند باہم متقارب الفاظ ہیں۔ اسناد حدیث اس امت کی ایک امتیازی اور نمایاں خصوصیت ہے جو کبھی کسی اور ملت میں نہیں پائی گئی۔ اسناد ہی کی مدد سے حدیث کی تحقیق و تنقیح ہوتی ہے اور اس کی صحت کا درجہ معلوم ہوتا ہے۔ اسناد کی دو قسمیں ہیں: اسناد عالی اور اسناد نازل۔ (دیکھئے اسناد عالی)

اسناد عالی:

عالی کے معنی ہیں بلند یہ علو سے بنا ہے جو نزول کی ضد ہے۔ اسناد عالی سے مراد ہے ایسی سند جس میں بہ نسبت دوسری اسانید کے راویوں کی تعداد کم ہو۔ ایک تابعی ایک حدیث دوسرے تابعی سے سنتا ہے ازاں بعد وہ جستجو کرتا ہے کہ اسی حدیث کو کسی صحابی سے سن لے، جو حدیث اس نے تابعی سے سنی ہے اس میں اس راوی کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دو راوی ہیں ایک تابعی اور دوسرا صحابی۔ لیکن جب یہی راوی براہ راست یہ حدیث صحابی سے سن لیتا ہے تو اس کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک راوی رہ جاتا ہے اور وہ ہے صحابی۔ اس لئے یہ دوسری سند عالی ہے اور پہلی سند نازل ہے، بعینہ یہی صورت اتباع تابعین اور بعد کے ادوار میں بھی تصور کی جا سکتی ہے۔

محدثین کے یہاں اسناد عالی کے حصول کا حد درجہ اہتمام تھا وہ اس کے لئے دور دراز کا سفر کرتے تھے اور مشقت برداشت کرتے تھے۔ اس مقام پر یہ وضاحت مناسب ہے کہ اسناد عالی کو اسی وقت عالی تصور کیا جائے گا جبکہ اس کے تمام راوی ضبط و عدالت کے اعلیٰ درجہ پر ہوں اور ان کا مقام و مرتبہ سند نازل سے کسی طرح کم نہ ہو۔ یعنی اسناد نازل میں صرف

راویوں کی تعداد کا کم ہونا کافی نہیں ہے بلکہ تعداد رواۃ کی کمی اس شرط کے ساتھ مربوط ہے کہ ان کا حفظ و دیانت (ضبط و عدالت) کا معیار اسناد نازل کے راویوں سے کم نہ ہو، بلکہ ان کے مساوی یا اعلیٰ تر ہو۔

محدثین اسناد عالی کے حصول کو عبادت (اور تقرب الی اللہ) تصور کرتے تھے کیونکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول میں وسائط کا کم ہونا ذات اقدسؐ سے قریب تر ہونے کا ذریعہ ہے۔ لیکن اسناد عالی کا حصول ہمیشہ آسان نہیں ہوتا تھا اس لئے بعض اوقات یہ سعی کی جاتی کہ صحابی یا تابعی یا اتباع تابعین میں کسی شخصیت تک وسائط کم ہو جائیں۔ اس اعتبار سے اسناد عالی کے دو درجے ہو گئے۔ مطلقاً اسناد عالی اور اسناد عالی نسبی۔ مطلق اسناد عالی وہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک وسائط کی تعداد کم ہوتی ہے اور اسناد عالی نسبی سے مراد وہ سند ہے جس میں کسی محدث تک راویوں کی تعداد کم ہو، جیسے اعمش مالک اور شعبہ وغیرہم۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسناد عالی نسبی کی چار قسمیں بیان کی ہیں: موافقت، بدل، مساوات اور مصافحہ۔

(دیکھئے: یہ مصطلحات)

اسنادِ نازل:

اسناد نازل وہ سند ہے جس میں حدیث کے راویوں کی تعداد بہ نسبت دوسری سند کے زیادہ ہو۔ یعنی ایک ہی حدیث کی دو سندیں ہیں، ایک سند میں راویوں کی تعداد کم ہے اور دوسری میں زیادہ ہے۔ پہلی اسناد عالی ہے اور دوسری اسناد نازل ہے۔ (دیکھئے: اسناد عالی)

اَصح الاَسانید:

اَصح الاسانید کا مطلب ہے تمام سندوں میں صحیح ترین سند۔ محدثین کرامؒ نے راویان حدیث کی دیانت وتقویٰ اور حفظ حدیث کی صلاحیتوں کے پیش نظر ان کی درجہ بندی کی ہے۔ بعض رواۃ ان اوصاف میں اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں اور بعض ان سے کم تر درجے کے ہیں۔ اگر سند حدیث کے جملہ رواۃ کامل العدالۃ اور تام الضبط ہوں تو یہ سند صحیح متصور ہو گی۔ جہاں تک صحیح اسانید میں صحیح ترین کا تعلق ہے تو اس میں علماء کی رائے مختلف ہے۔

بعض نے اس سند کو صحیح ترین کہا ہے، زہری از سالم از عبداللہ بن عمر از عمر۔

بعض دیگر علماء کے نزدیک یہ سند صحیح ترین ہے۔سلیمان الاعمش از ابراہیم نخعی از علقمہ بن قیس از عبداللہ بن مسعودؓ۔

امام بخاریؒ نے اس سند کو صحیح ترین قرار دیا ہے۔مالک بن انس از نافع مولی ابن عمر از ابن عمر۔ازاں بعد امام شافعیؒ امام مالکؒ کے جلیل القدر تلمیذ ہیں اور اسی طرح امام احمدؒ امام شافعیؒ کے جلیل القدر تلمیذ ہیں، بنابریں یہ سلسلہ سند انتہائی جلیل القدر ہے اور سونے کی زنجیر اور موتیوں کی لڑی ہے۔

اُصول الحدیث:

اُصول اصل کی جمع ہے۔اصل کے معنی کسی شئے کی اساس اور بنیاد کے ہیں جس پر وہ قائم واستوار ہو اور اصول کے معنی ہیں وہ قواعد وضوابط جن پر کسی علم یا فن کی اساس قائم ہو اور جو اس علم کو منضبط کرتے ہوں، چنانچہ اصول الحدیث قواعد کے اس مجموعہ کا نام ہے جن کی مدد سے راویانِ حدیث کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں اور ان کی مرویات کی صحت اور ضعف کا پتہ چلتا ہے۔(دیکھئے:علوم الحدیث)

اضعف الاسانید:

جس طرح صحیح اسانید کے درجات ہیں کہ بعض اسانید صحت کے اعلیٰ معیار والی ہیں اور بعض اسانید کا صحت کا معیار قدرے کم ہوتا ہے اسی طرح ضعف سند کے بھی درجات ہیں بعض اسانید میں ضعف کم اور بعض میں ضعف زیادہ ہوتا ہے جس طرح محدثین نے اپنی تحقیقات سے یہ معلوم کیا ہے کہ کونسی سند صحیح ترین کہلانے کے لائق ہے اسی طرح انہوں نے اضعف الاسانید کی بھی نشاندہی کی ہے تاکہ حدیث مقبول اور حدیث مردود میں مکمل امتیاز اور فرق قائم ہو سکے اور کسی بھی درجہ میں التباس اور اشتباہ نہ پیدا ہو۔

حسب ذیل اسانید کو علمائے حدیث نے اضعف الاسانید قرار دیا ہے۔

۱:.....عمرو بن شمر جعفی از جابر بن یزید جعفی از حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی از حضرت علیؓ

۲:.....سری بن اسماعیل از داؤد بن یزید اودی از والد خود از حضرت ابوہریرہؓ

۳:.....سدی صغیر محمد بن مروان از کلبی از صالح از ابن عباسؓ

اَطراف الحدیث:

اَطراف طرف کی جمع ہے علوم الحدیث میں طرف سے مراد حدیث کا پہلا حصہ ہے۔اطراف الحدیث کے معنی ہیں احادیث کے ابتدائی کلمات اور شروع کے جملے۔محدثین نے حدیث کی تالیف وتصنیف کے متعدد طریقے اختیار کئے ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ احادیث کے ابتدائی جملے جمع اور مرتب کر لیئے جائیں، ایسی تصانیف کو کتب اطراف الحدیث کہا جاتا ہے کیونکہ پہلے محدثین حدیث کے حافظ ہوتے تھے اس لئے وہ حدیث کا جزء اول دیکھتے ہی اس کی سند اور پورا متن بیان کر دیتے تھے۔بنابریں یہ طریقہ تالیف بہت افادیت کا حامل تھا۔اسی لئے متعدد مؤلفات اس طریقے پر مرتب کی گئیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱:.....محمد خلف محمد واسطی کی **اطراف الصحیحین**

۲:.....علی بن حسن ابن عساکر کی **الإشراف علی معرفة الاطراف**

۳:.....یوسف بن عبدالرحمٰن مزی کی **تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف**

۴:.....احمد بن علی بن حجر العسقلانی کی **اتحاف المهرة بأطراف الکتب العشرة**

اضطراب:

کسی شئے کی غیر متوازن حرکت از روئے لغت اضطراب کہلاتی ہے۔اگر ایک یا زیادہ راوی ایک ہی حدیث کو مختلف صورتوں سے روایت کریں اور ان میں سے کسی ایک صورت کو ترجیح دینا ممکن نہ ہو تو علوم حدیث میں یہ اضطراب کہلاتا ہے کیونکہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ راوی ضابط (حافظ) نہیں ہے جبکہ حدیث کی صحت کے لئے جملہ رواۃ کا ضابط ہونا ضروری ہے۔اضطراب بعض اوقات سند میں واقع ہوتا ہے اور بعض اوقات حدیث کے متن میں اور بعض اوقات سند اور متن دونوں مضطرب ہوتے ہیں۔(دیکھئے:مضطرب)

اعتبار:

اعتبار کے معنی ہیں کسی امر میں اس طرح غور کرنا کہ اس سے کسی اور بات تک رسائی حاصل ہو جائے۔محدثین کے یہاں اعتبار کا مفہوم یہ ہے کہ حدیث کے تمام طرق اور جملہ اسانید کو جمع کر کے ان کا جائزہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ کیا حدیث کا ایک ہی راوی ہے یا

اس حدیث کے روایت کرنے والے اور بھی ہیں اور کیا راوی معروف ہے یا نہیں ہے؟ اگر حدیث کا ایک ہی راوی ہے اور کوئی اور راوی اس کا شریک نہیں ہے تو کیا ایسا کوئی راوی ہے جس نے اس راوی کو شیخ کے شیخ سے یہ حدیث روایت کی ہو اگر ایسی صورت موجود ہو تو یہ متابعت کہلاتی ہے اور اگر متابعت موجود نہ ہو تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ کیا اس حدیث کا مفہوم کسی اور حدیث میں مذکور ہوا ہے اگر کوئی حدیث راوی کے شیخ کے شیخ سے مروی ہو تو متابع ہے اور اگر اسی مفہوم کی دوسری حدیث موجود ہو تو وہ شاہد ہے گویا اعتبار متابع اور شاہد کے معلوم کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ مثلاً حماد ایک راوی ہیں اور انہوں نے ایک حدیث از ایوب از ابن سیرین روایت کی ہے اب محدث یہ تحقیق کرتا ہے کہ کیا اس حدیث کو حماد کے سوا کوئی اور راوی ایوب سے بھی روایت کرتا ہے اگر نہیں تو کیا ایوب کی سوا کوئی اور راوی ابن سیرین سے روایت کرتا ہے۔ اگر نہیں تو کیا ابن سیرین کے علاوہ کوئی اور راوی ابو ہریرہؓ سے روایت کرتا ہے اگر نہیں تو کیا حضرت ابو ہریرہ کے علاوہ کوئی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے اگر کسی مرحلے پر کوئی اور راوی بھی موجود ہے تو اس کی روایت متابع ہے۔ جس کی جمع متابعات ہے اور اگر ایسا نہیں اور صرف کوئی ہم معنی حدیث موجود ہے تو یہ ہم معنی حدیث شاہد ہے۔ جس کی جمع شواہد ہے۔

اعضال:

اعضال کے معنی کسی امر کے مشکل اور دشوار ہونے کے ہیں۔ علوم الحدیث میں اعضال کے معنی ہیں سند حدیث میں ایک ہی مقام سے دو راویوں کا ساقط ہو جانا۔ یعنی اگر راوی نے سند حدیث بیان کرتے ہوئے سند میں سے دو راوی ایک ہی مقام سے حذف کر دیئے اور ان کا نام نہیں لیا تو یہ اعضال ہے اور ایسی سند والی حدیث معضل ہے۔

(دیکھئے: معضل)

اعلام:

اعلام کے معنی خبر دینے اور بتلانے کے ہیں۔ علوم الحدیث کی اصطلاح میں یہ تحمل حدیث کی ایک قسم ہے اور اس کا مفہوم شیخ کا اپنے طالب علم کو بتلانا کہ اس نے فلاں حدیث

فلاں سے سنی ہے یا یہ کہے کہ میں نے فلاں حدیث کی کتاب کی احادیث فلاں سے سنی ہیں مگر صرف اسی اطلاع پر اکتفاء کرے اور طالب علم کو ان احادیث کی روایت کی اجازت نہ دے۔ اکثر محدثین کے نزدیک تحمل حدیث کی یہ صورت درست ہے لیکن ابن الصلاح نے کہا ہے کہ محض اعلام کے بعد حدیث کی روایت صحیح نہیں ہے۔ (دیکھئے: تحمل)

افراد:

افراد، فرد کی جمع ہے ایسی حدیث جس کی روایت کرنے والا راوی ایک ہو فرد کی دو قسمیں ہیں: فرد مطلق اور فرد نسبی۔ (دیکھئے: فرد، غریب)

فرد مطلق وہ ہے جس کا روایت کرنے والا فرد واحد ہو اور کسی اور راوی سے لفظاً یا معنیً یہ حدیث مروی نہ ہو۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ فلاں حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے صرف سعید بن المسیب نے روایت کی ہے اور وہ اس روایت میں منفرد ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہؓ سے صرف سعید بن المسیب نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کا سعید بن المسیب کے علاوہ اور کوئی راوی نہیں ہے۔ فرد مطلق صحیح کی مثال وہ حدیث ہے جو عبداللہ بن دینار نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کی بیع اور اس کے ہبہ سے منع فرمایا'' اس حدیث کو صرف عبداللہ بن دینار نے روایت کیا ہے اور وہ اس روایت میں منفرد ہیں۔ مگر یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ عبداللہ بن دینار حافظ اور متقن ہیں اور عبداللہ بن عمر جلیل القدر صحابی ہیں۔

اقران:

اقران، قرین کی جمع ہے، قرین کے معنی ہم عمر ساتھی کے ہیں۔ علوم الحدیث میں اس سے مراد ایسے دو راوی ہیں جو ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں جیسے طبقہ صحابہ میں حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے اور طبقہ تابعین میں زہری نے ابوالزبیر سے اور ابوالزبیر نے زہری سے روایت کی ہے اور طبقہ اتباع تابعین میں اوزاعی نے مالک سے اور مالک نے اوزاعی سے روایت کی ہے۔ (دیکھئے: مدبج اور روایت اقران)

اکابرعن الاصاغر:

بڑی عمر کا راوی اگر اپنے سے کم عمر راوی سے روایت کرے تو یہ روایت الکبیر عن الصغیر یا روایۃ الاکابر عن الاصاغر کہلاتی ہے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمیم داری سے جساسہ کا واقعہ روایت فرمایا: (دیکھئے: روایت الاکابر عن الاصاغر)

القاب:

القاب، لقب کی جمع ہے لقب ایسا کلمہ ہے جو کسی شخص کے لئے بطور ستائش بولا جائے جیسے امیر المؤمنین۔ علوم الحدیث میں مراد وہ القاب ہیں جو کسی راوی کے لئے مستعمل ہوتے ہیں۔ محدثین کرام نے راویوں کے القاب کی بھی تحقیق کی ہے اور نشاندہی کی کہ کون سے لقب سے کون سا راوی مراد ہے تاکہ راویوں کے درمیان کسی طرح کا اشتباہ باقی نہ رہے اور کوئی لقب کو راوی کا نام نہ سمجھ لے اور یہ خیال نہ ہو کہ نام والا راوی اور ہے اور لقب والا راوی اور ہے اور اس طرح وہ ایک کو دو راوی تصور کر لے۔

اِملاء:

اِملا کے معنی لکھوانے کے ہیں، اگر ایک شخص بیان کر رہا ہے اور دوسرا لکھ رہا ہو تو یہ املاء، بیان کرنے والا مملی ہے اور لکھنے والا مستملی کہلاتا ہے۔ املاء فن حدیث میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے کہ محدث احادیث بیان کرے اور لکھنے والا انہیں ضبط کرتا جائے۔ محدث کے لئے مستحب ہے کہ وہ احادیث قلمبند کرانے کے لئے مجالس املاء منعقد کرلے کیونکہ یہ ایک مسنون طریقہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ حضرت انس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سن کر لکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھی ہیں اور لکھنے کے بعد آپ کو سنائی ہیں۔

(دیکھئے: مجالس املاء)

امیر المؤمنین:

طبقۂ محدثین کو مختلف القاب سے یاد کیا گیا ہے ان میں سب سے ارفع اور اعلیٰ لقب امیر المؤمنین فی الحدیث ہے۔ یہ لقب ایسے محدثین کے لئے اختیار کیا گیا ہے جن کے بارے میں

امت مسلمہ متفق ہے کہ وہ حفظ حدیث اور رسوخ فی علم الحدیث میں درجۂ کمال کو پہنچ گئے تھے انہوں نے اپنی ساری زندگی خدمت حدیث میں صرف کردی جیسے امام بخاری، امام احمد بن حنبل اور امام دار قطنی۔

اہلیت تحمل:

تحمل کا مفہوم طالب علم کا اپنے شیخ سے حدیث سیکھنے کے آٹھ طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر حدیث سیکھنا، حدیث کا علم حاصل کرنا اور حدیث کے معانی اور مفاہیم کو بخوبی سمجھ کر اسے یاد کرلینا اور حفظ کرلینا تحمل حدیث ہے، اہلیت تحمل کی ایک شرط ہے اور وہ ہے تمیز۔ جمہور محدثین کے نزدیک نابالغ بچہ کا حدیث کا سننا اور حدیث کا علم حاصل کرنا صحیح ہے۔ چنانچہ ان صحابۂ کرامؓ کی احادیث علماء نے بالاتفاق قبول کی ہیں جو حیات طیبہ میں کم سن تھے جیسے حسنؓ، حسینؓ، انس بن مالکؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور محمود بن ربیعؓ وغیرہم۔ اور کسی محدث نے یہ تفریق نہیں کی کہ انہوں نے فلاں احادیث بلوغ سے قبل سنی تھیں اور فلاں بلوغ کے بعد سنی تھیں۔

تمیز (صلاحیت امتیاز) کی عمر کے تعین میں محدثین کے یہاں اختلاف ہے کیونکہ تمیز وشعور پیدا ہونے کا وقت ہر بچے میں مختلف ہوسکتا ہے۔ بہرحال اس سلسلے میں علمائے حدیث کے تین اقوال ہیں۔

پہلا قول:...... علم حدیث کے اخذ کی عمر پانچ سال ہے۔ اس قول کی اساس صحیح بخاری میں منقول یہ روایت ہے کہ محمود بن الربیع کی عمر پانچ سال تھی ان کے والد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ڈول کے پانی سے وضو فرما رہے تھے، آپؐ نے کلی کے لئے پانی منہ میں لیا اور وہ محمود بن الربیع (جو پاس ہی کھڑے تھے) کے منہ پر پھینک دیا حضرت محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے مجھے یہ واقعہ بخوبی یاد ہے۔

دوسرا قول:...... بچہ جب گائے اور گدھے میں فرق کرنے لگے تو وہ ممیز ہے۔ یہ قول حافظ موسیٰ بن ہارون الحمال کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بچہ کو گرد و پیش کی چیزوں میں فرق و امتیاز کا

شعور حاصل ہو جائے وہ سن تمیز کو پہنچ گیا۔

تیسرا قول: ○...بچہ جب بات کو سمجھ کر اس کا درست جواب دینے پر قادر ہو جائے تو وہ سن تمیز کو پہنچ گیا، ظاہر ہے بچہ کو یہ قدرت جب ہی حاصل ہوتی ہے جب وہ سمجھدار ہو جاتا ہے۔

اَہلیت اداء:

راوی جب اخذ حدیث کے آٹھ طریقوں میں سے کسی ایک طریقے پر حدیث کا علم حاصل کرتا ہے تو اسے تحمل حدیث کہتے ہیں، پھر جب یہ راوی دوسروں کو یہ حدیث سناتا اور روایت کرتا ہے تو یہ اداء حدیث کہلاتا ہے یعنی حدیث سنانا اور روایت کرنا اداء الحدیث ہے۔

اداء حدیث کی حسب ذیل شرائط ہیں۔

۱:......راوی مسلمان ہو، کافر کا روایت حدیث کرنا بالاجماع نا قابل قبول ہے۔

۲:......دوسری شرط یہ ہے کہ راوی بالغ ہو نابالغ کی روایت حدیث صحیح نہیں ہے۔

۳:......راوی عادل ہو، عدالت ایک وصف ہے جو ایک مسلمان میں اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ ہمیشہ تقوی اور پرہیزگاری کی زندگی گزارے یعنی تمام احکام شریعت پر عمل کرے اور تمام ممنوعات سے ہمیشہ مجتنب رہے اور اسلامی اخلاق وسیرت سے مزین ہو اور اس کی طہارت و پاکدامنی اس درجہ کی ہو کہ، وہ معمولی سے معمولی غیر اخلاقی بات سے بھی احتراز کرتا ہو، مثلاً راستے میں پیشاب کرنا اور ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا جو اسلامی اعمال واخلاق کے پابند نہ ہوں یا حد سے زیادہ مذاق کرنا۔

۴:......راوی ضابط ہو، ضبط کا مفہوم یہ ہے کہ راوی جس وقت حدیث سنے اسے خوب اچھی طرح سمجھ لے اور بخوبی یاد کر لے اور اسے یہ حدیث اس کی روایت کے وقت تک بخوبی یاد ہو۔

اوطان الرواۃ وبلدانہم:

یعنی راوی کا وطن اور شہر جہاں اس کی پیدائش ہوئی اور جن جن مقامات پر وہ رہا اور اس نے سکونت اختیار کی۔ محدثین نے جس دقت اور تحقیق کے ساتھ راویانِ حدیث کے حالات زندگی جمع اور منضبط کئے ہیں وہ بہرحال اس امت کا قابل فخر کارنامہ ہیں۔ مختلف

علاقوں کی فتح کے بعد خود بہت سے صحابۂ کرامؓ مختلف شہروں اور علاقوں میں منتقل ہو گئے اور انہوں نے وہاں سکونت اختیار کرلی۔ صحابۂ کرام کے بعد تابعینؒ اور اتباع تابعینؒ بھی علمِ حدیث کے حصول کے لئے دور دراز سفر کرتے اور جب تک ایک شہر میں موجود تمام محدثین سے علم حدیث حاصل نہ کر لیتے تشنگی دور نہ ہوتی۔ محدثین نے ان سب کے کوائف جمع کئے کون سا راوی کب پیدا ہوا، کہاں پیدا ہوا، اس کا خاندان ونسب کیا تھا، کن اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا اور خود اس کے تلامذہ کون ہیں، کہاں کہاں سفر کیا اور کس شہر میں اس کی کیا علمی سرگرمیاں رہیں۔ اس موضوع یعنی اوطان الرواۃ وبلدانہم پر ابن سعد کی ''طبقات'' بہترین تصنیف ہے۔

اوھی الاسانید:

کمزور ترین سند۔ (دیکھئے: واہی اور اضعف الاسانید)

انقطاع:

حدیث کی صحت کے لئے سند حدیث میں اتصال ایک لازمی شرط ہے۔ اگر سند کے اندر کسی جگہ سے کوئی راوی ساقط ہو گیا یعنی سند میں اس کا نام نہیں لیا گیا تو یہ انقطاع ہے اور ایسی سند منقطع ہے۔ اس مفہوم کے اعتبار سے ارسال اعضال اور تعلیق بھی انقطاع میں داخل ہیں۔ لیکن بعدازاں محدثین کے یہاں انقطاع کا مفہوم یہ متعین ہوا کہ سند کے درمیان میں کسی جگہ سے ایک راوی کا سقوط انقطاع ہے، اور اگر دو راویوں کا سقوط ہو تو وہ ایک جگہ سے نہ ہو بلکہ دو مختلف مقامات سے ہو۔ (دیکھئے: منقطع اور معضل)

انکار حجیت سنت:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب ہے جو خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیئیس سال کی مدت میں آیات کی صورت میں نازل ہوئی۔ قرآن کریم متعدد اوامر اور نواہی پر مشتمل ہے لیکن قرآنِ کریم نے ان کی تمام تفاصیل بیان نہیں کی ہیں مثلاً قرآن میں نماز کا اجمالی حکم موجود ہے کہ نماز قائم کرو لیکن نماز کی جملہ تفاصیل جن کا علم ہونا اس حکم پر عمل کرنے کے لئے لازمی ہے۔ قرآن کریم میں بیان نہیں کی گئیں اور بیان فریضہ اللہ

کے رسولؐ کے سپرد ہوا، چنانچہ آپؐ نے نماز کے اوقات اس کے ارکان، اس کا طریقہ اور اس کی شرائط واوصاف ہر ہر امر کو خوب وضاحت سے بیان فرمایا اور تاکید بھی فرمادی کہ جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھو اس طرح نماز پڑھو۔ حج کی آپ نے تمام تفاصیل کو زبانی بھی بیان فرمایا اور عملاً بھی تمام امور کو انجام دے کر دکھایا اور فرمایا کہ "اپنے مناسک حج مجھ سے سیکھ لو" اس اعتبار سے دیکھا جائے تو بقول امام شافعیؒ سنت قرآن کا بیان اور توضیح ہے اور امت پر لازم ہے کہ قرآن وسنت کو اسی روشنی میں دیکھے جس میں خود صاحب قرآن نے دیکھا ہے اور فرمایا ہے کہ "میں تمہارے درمیان دو اہم امور چھوڑ کر جا رہا ہوں تم اگر ان دونوں سے چمٹے رہوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے یہ دو امور ہیں قرآن اور سنت ان دونوں کو دانتوں سے خوب مضبوطی سے پکڑلو۔"

مگر اس ظاہری اور واضح حقیقت کے باوجود تاریخ کے مختلف ادوار میں ایسے گروہ پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے جزواً یا کلیتاً سنت کے دین میں حجت قاطعہ ہونے کا انکار کیا ہے اور اس کے لئے مختلف تاویلیں وضع کی ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ایک عظیم واقعہ تھا جس کے بعد مسلمان متعدد سیاسی اور دینی گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔ اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے سنت کا انکار کرنے والے خوارج اور شیعہ ہیں۔ خوارج نے تحکیم کے بعد جمہور صحابۂ کرامؓ سے مروی احادیث کو رد کرنا شروع کردیا کیونکہ ان کی نظر میں تحکیم پر راضی ہوجانا گناہ کبیرہ کے مترادف تھا۔ شیعہ خلفائے ثلاثہ پر اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن کرتے تھے بنابریں ان کے نزدیک صرف ان چندرہ صحابہ کی مرویات قابل قبول تھیں جو ان کے خیال کے مطابق حضرت علیؓ کے ساتھ تھے وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ بعد میں یہ مرویات ان کے ائمہ سے منقول ہوتی ہوں کیونکہ وہ اپنے ائمہ کے معصوم ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

فتنۂ انکار حدیث نے دور جدید میں پھر سر اٹھایا لیکن اس مرتبہ اس کے اسباب وجوہ مختلف ہیں جن میں بنیادی اسباب دو ہیں:

۱:...... دور جدید کے ابھرتے ہوئے معاشی مسائل نے مسلمانوں کو عصر جدید کے علوم وفنون سیکھنے اور ان کے حصول میں زندگی کا ایک قابل قدر وقت گزارنے پر مجبور کردیا ہے جس

کی وجہ سے وہ اپنے علم سے رفتہ رفتہ دور ہوتے چلے گئے اور مسلمان بزرگوں کی ان مساعی سے لاعلم ہوتے چلے گئے جو انہوں نے نقل وحفظ حدیث میں کیں، اس لاعلمی کی بنا پر شکوک وشبہات پیدا ہوگئے اور ذہنوں میں حجیت حدیث کا وہ مقام متزلزل ہوگیا جو اصلاً ہونا چاہئے تھا۔

۲:...... مسلمان تہذیب مغرب کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہوکر مغرب سے آنے والی ہر بات کو خوب سمجھنے لگے اور اس ذہنی غلامی کے نتیجے میں اسلام کے بارے میں اہل مغرب کی تصانیف سے متاثر ہوتے چلے گئے۔ گروہ مستشرقین نے اپنی تصانیف میں اسلام کے بارے میں عموماً اور حدیث کی نقل وحفظ کے بارے میں بطور خاص شکوک وشبہات پیدا کئے اور جن تعلیم یافتہ مسلمانوں کا ان تصانیف سے واسطہ پڑا وہ بالعموم حجیت سنت کے بارے میں ان مستشرقین کے خیالات سے متاثر ہوگئے۔

﴿ب﴾

بدعت:

بدعت کے معنی نئی بات کے ہیں۔دین میں کوئی نئی بات پیدا کر لینا بدعت کہلاتا ہے۔مبتدع وہ ہے جو ایسی بدعت کا متبع ہو اور اس کو اختیار کیے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپؐ کے صحابۂ کرامؓ سے ثابت نہ ہو۔امام مالکؒ کے نزدیک مبتدع کی روایت مطلقاً قابل قبول نہیں ہے۔بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اگر بدعت ایسی ہو جس پر مبتدع کو کافر قرار دیا جائے تو اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے اور اگر اسے اس بدعت پر کافر نہیں قرار دیا جاتا تو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ راوی ایسا مبتدع ہے جو اپنے مذہب کی خاطر جھوٹ کو جائز سمجھتا ہے تو اس کی روایت بھی قبول نہیں ہے اور اگر وہ جھوٹ کو جائز نہیں سمجھتا پھر یہ دیکھا جائے گا کہ کیا وہ اپنی بدعت کی جانب لوگوں کو بلاتا ہے تو اس کی روایت مقبول نہیں ہے اور اگر نہیں بلاتا تو اس کی روایت اکثر محدثین کے یہاں قابل قبول ہے۔

بدل:

بدل اسناد عالی کی ایک صورت ہے اور اس کی نوعیت ہے کہ طالب اپنی سند حدیث میں راوی کے شیخ سے متصل ہو جائے۔مثلاً امام بخاری اگر کوئی حدیث قتیبہ سے از مالک روایت کرتے ہیں تو اسناد عالی کا طالب اس حدیث کو باسناد آخر قتیبہ سے براہ راست اس طرح روایت کرے کہ اس کی سند کے راویوں کی تعداد امام بخاریؒ کی روایت کردہ حدیث کی سند سے کم ہو جائیں۔(دیکھیے:اسناد عالی)

بلاغات:

بلاغات، بلاغ کی جمع ہے جس کے معنی کوئی بات پہنچانے کے ہیں۔اصطلاح میں اس کا مفہوم راوی کا یہ کہنا ہے کہ ''مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔'' امام مالکؒ نے اپنی مؤطا میں متعدد

مقامات پر بلغنی کا لفظ کہہ کر روایات بیان کی ہیں۔امام مالکؒ کی ایسی مرویات کو ''بلاغات امام مالکؒ'' کہا جاتا ہے۔

بلوغ:

بلوغ کے معنی عقل و رشد کی عمر کو پہنچنے کے ہیں بلوغ اداء حدیث کی شرائط میں سے ایک شرط ہے۔(دیکھیے:اداء الحدیث)

بلدان:

بلدان بلد کی جمع بمعنی شہر (دیکھیے:اوطان الرواۃ وبلدانہم)

﴿ت﴾

تابعی:

تابعی (جمع تابعین) وہ شخص جو دوسرے کی اتباع کرتا ہو۔ اصطلاحاً وہ شخص جس کی کسی صحابی سے ملاقات ہوئی ہو اور اس نے حالت اسلام میں صحابی کو دیکھا ہو اور پھر اسلام ہی پر اس کی وفات ہوئی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صحابہ کرامؓ کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی، بعد ازاں صحابہ کرامؓ مختلف بلاد اور شہروں میں سکونت پذیر ہو گئے اور بے شمار لوگوں نے انہیں دیکھا۔ بنابریں تابعین کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اس کا کوئی عدد و شمار نہیں ہے۔

حاکم نے تابعین کو پندرہ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ عصر تابعین ۱۵۰ھ تک باقی رہا ہے۔

کبار تابعین میں مدینہ منورہ کے وہ تابعین شمار ہوتے ہیں جو فقہائے سبعہ کے لقب سے متعارف ہیں اور وہ یہ ہیں۔ سعید بن المسیب، قاسم بن محمد بن ابی بکر، عروۃ بن الزبیر، خارجۃ بن زید بن ثابت، سلیمان بن یسار، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ بن مسعود اور ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن بن عوف۔ (دیکھئے: طبقات)

تاریخ رجال الحدیث:

رجال سے مراد راویانِ حدیث ہیں، رجال کا علم ایک انتہائی اہم اور وسیع علم ہے کیونکہ حدیث کی معرفت کے لئے رجال کی معرفت ضروری ہے۔ اس لئے محدثین نے بے مثال تحقیق سے راویان حدیث کے حالات زندگی جمع اور منضبط کئے ہیں کہ کون کہاں پیدا ہوا اور کہاں وفات پائی، نام و نسب کیا تھا، کن شخصیات سے علم حدیث اخذ کیا اور کون تلامذہ تھے، کہاں کہاں رہے اور کن کن مقامات کا سفر کیا۔ ان تمام معلومات کا ذخیرہ تاریخ رجال الحدیث کہلاتا ہے۔ اس علم کے ذریعہ اسانید حدیث کے اتصال اور انقطاع کا علم ہوتا ہے اور یہ پتہ

چلتا ہے کہ راوی نے فلاں حدیث اختلاط سے قبل روایت کی ہے یا بعد اختلاط روایت کی ہے اور اس کے علاوہ بے شمار امور ہیں جن کا اس فن کے ذریعہ علم حاصل ہوتا ہے چنانچہ سفیان ثوری کا قول ہے کہ "جب لوگوں نے جھوٹ بولنا شروع کر دیا تو ہم نے اس کے سد باب کے لئے علم تاریخ کو استعمال کیا۔"

بیان کیا جاتا ہے کہ کسی یہودی نے دعویٰ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے جزیہ معاف کر دیا تھا۔ بطور ثبوت اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر پیش کی جس پر حضرت معاویہ اور حضرت سعد بن عبادہ کی گواہی ثبت تھی۔ اس بات سے مسلمانوں میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہوئی اور یہ تحریر مسلمانوں کے حاکم کے سامنے پیش کی گئی اس نے حافظ ابو بکر خطیب کو بلوایا، ابو بکر خطیب نے یہ تحریر دیکھتے ہی کہہ دیا کہ یہ تحریر جھوٹی ہے کیونکہ اس میں حضرت معاویہؓ کی گواہی موجود ہے، حضرت معاویہ ۸ھ میں اسلام لائے اور خیبر ۷ھ میں فتح ہوا اور اس میں سعد بن معاذ کی گواہی ہے جو خیبر کی فتح سے دو سال پہلے انتقال کر گئے تھے۔

سخاوی نے اپنی کتاب "الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ" میں اس نوع کی متعدد مثالیں ذکر کی ہیں جن سے اس علم کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔

علمائے حدیث نے اس فن پر اس قدر زیادہ اور وقیع کام کیا ہے کہ اس کی مثال شاید کسی اور علم و فن میں ملنا مشکل ہے۔ علم رجال پر متعدد وقیع مصنفات موجود ہیں جن میں اہم ترین امام بخاریؒ کی التاریخ الکبیر ہے۔

تاریخ رجال الحدیث کا ذکر مختلف ناموں سے آتا ہے مثلاً تاریخ الرواۃ، وفیات الرواۃ اور التواریخ والوفیات۔ (دیکھئے: علم الرجال)

تثبت فی الروایہ:

تثبت کے معنی کسی امر کی تحقیق کرنا کہ اس کی صحت ثابت ہے یا نہیں؟ حدیث کے بارے میں تحقیق کہ یہ حدیث ثابت و محقق ہے یا نہیں ہے اور حدیث کو فوراً قبول کرنے کے بجائے اس میں احتیاط سے کام لینا اور جب یہ اطمینان ہو جائے کہ یہ حدیث صحیح ہے تب اسے قبول کرنا تثبت ہے۔ ائمہ حدیث نے انتہائی دقت و تحقیق کے ساتھ احادیث کی صحت کا معیار

متعین کیا ہے اور جس طرح وہ احادیث کی صحت اور ضعف کی نشاندہی کر چکے ہیں اس پر امت متفق ہو چکی ہے۔ اب ہمارے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ ہم متقدمین کی تحقیقات کو قبول کر کے ان احادیث کو صحیح قرار دیں جن کو انہوں نے صحیح قرار دیا ہے اور احادیث کی صحت اور ضعف کی وہ درجہ بندی قبول کرلیں جو انہوں نے فرمائی ہے۔

سب سے پہلے اصول تثبت کی اساس حضرت ابوبکرؓ نے قائم فرمائی۔ چنانچہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں روایت کیا ہے کہ "ایک دادی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور میراث کا مطالبہ کیا، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں دادی کا حصہ مذکور نہیں ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس بارے میں کچھ نہیں سنا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے اصحاب رسولؐ سے پوچھا تو حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ کوئی اور بھی تمہارے ساتھ ہے؟ اس پر محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ اسی طرح ہے، جس طرح مغیرہؓ نے بیان کیا ہے، اس پر حضرت ابوبکرؓ نے دادی کو چھٹا حصہ دیئے جانے کا حکم فرمایا۔"

امام بخاریؒ نے (کتاب الاستیذان، باب التسلیم والا ستیذان ثلاثا) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ میں انصار صحابہؓ کی ایک مجلس میں موجود تھا کہ ابوموسیٰ آئے وہ خوفزدہ تھے کہنے لگے میں نے حضرت عمرؓ سے تین مرتبہ اجازت چاہی جب اجازت نہ ملی تو میں چلا آیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جو تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اجازت نہ ملے تو وہ واپس پلٹ جائے۔" اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ قسم بخدا تمہیں اس پر گواہ لانا پڑے گا کیا تم میں کوئی ہے جس نے یہ فرمان نبویؐ سنا ہو۔ اُبی کہنے لگے تمہارے ساتھ ان لوگوں میں سب سے کم سن جائے گا۔ کیونکہ اس وقت میں ان لوگوں میں سب سے کم سن تھا میں نے جا کر حضرت عمر کو بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا ہے، حضرت عمرؓ نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم بازار میں، تجارت میں لگے رہے اور فرمان نبوت سے لاعلم رہ گئے۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ میں جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنتا اللہ مجھے اس سے فائدہ پہنچاتا بعد میں جب میں کسی سے کوئی فرمان نبویؐ سنتا

تو اس سے حلف لے لیتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے بیان کیا اور انہوں نے سچ بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اگر کوئی شخص کسی گناہ کا مرتکب ہو اور وہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعتیں پڑھے اور استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔

ان آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ قبول اخبار میں احتیاط کا اصول خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے قائم فرمایا لیکن یہ آثار ان لوگوں کی کسی طرح دلیل نہیں بنتے جن کا خیال ہے کہ خبر واحد حجت نہیں ہے یا خبر واحد سے عقائد کا اثبات نہیں ہوتا کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کے تثبت کا منشاء خبر واحد ہونا نہیں تھا بلکہ یہ تھا کہ حضرت ابوبکر میراث کے ایک قضیہ کا فیصلہ کرنے والے تھے اور ان کو معلوم تھا کہ ان کا فیصلہ بعد میں نظیر بنے گا اور بعد میں آنے والے اس کے مطابق فیصلے کریں گے، اس لئے جب ان کے سامنے ایسا عمل نبوتؐ بیان کیا گیا جس کا انہیں علم نہ تھا تو انہوں نے اطمینان کی خاطر اس کی تحقیق کی تا کہ عمل نبویؐ محقق ہو کر ہمیشہ کے لئے نظیر بن جائے۔

حضرت عمرؓ نے تو خود افسوس کا اظہار کیا ہے کہ تجارتی مشغولیت کی بنا پر انہیں فرمان نبوی کا علم نہ ہو سکا اور حضرت علیؓ کے تو کلام سے واضح ہے کہ حلف سے انہیں حصول اطمینان مقصود ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں وہ پہلے ہی سے مطمئن تھے اس لئے ان سے مطالبۂ حلف بھی نہیں تھا۔ غرض تحلیف سے احتیاط و اطمینان مقصود تھا اس کا خبر واحد کے قبول یا عدم قبول سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تحریف:

راوی کا کسی لفظ کا غلط ادا کرنا۔ اس طرح کہ تحریری صورت میں فرق نہ ہو صرف تلفظ میں فرق پیدا ہو جیسے اُبَیّ کو اُبی پڑھنا تحریف کہلاتا ہے۔ (دیکھئے: محرف اور مصحف)

تحمل الحدیث:

حدیث کا مدار سند پر ہے، سند کی مدد سے ہی حدیث کی صحت اور ضعف کا علم ہوتا ہے اور اسی کے ذریعے راویانِ حدیث کے حفظ و اتقان کا علم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ، تابعینؒ

اوراتباع تابعین کی زبان پر بار بار یہ جملہ آتا تھا کہ "سند دین ہے دیکھو تم کس سے دین اخذ کر رہے ہو" راوی (حدیث کو نقل بیان کرنے والا) جب اپنے شیخ سے حدیث اخذ کرتا ہے اسے تحمل حدیث کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں کہ راوی جب اپنے شیخ سے حدیث کا علم حاصل کرلے تو اسے بخوبی سمجھ لے اور یاد کرلے اور حدیث کا یہ فہم وحفظ اس وقت تک برقرار رہے جب تک وہ خود اس حدیث کو روایت کرے یا کسی کو تعلیم دے۔ جب وہ روایت کرتا ہے اور دوسرے کو حدیث کا علم پہنچاتا ہے تو یہ اداء الحدیث ہے۔ تحمل حدیث کی ایک ہی شرط ہے اور وہ ہے تمیز جبکہ اداء الحدیث کی متعدد شروط ہیں۔ تحمل کی شرط کے پورا ہونے کو اہلیۃ التحمل اور اداء الحدیث کی شروط پورا ہونے کو اہلیۃ الاداء کہا جاتا ہے۔

تحمل حدیث کے آٹھ طریقے ہیں: ۱۔ سماع، ۲۔ قراۃ علی الشیخ جسے عرض بھی کہا جاتا ہے۔ ۳۔ اجازت، ۴۔ مناولہ، ۵۔ مکاتبت، ۶۔ اعلام الشیخ، ۷۔ وصیت، ۸۔ وجادہ۔

(دیکھئے یہ الفاظ)

تخریج الحدیث:

تخریج کے معنی کسی شئے کو ظاہر کرنے کے ہیں، محدثین جب فرماتے ہیں کہ اخرجه البخاری تو اس کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ تخریج کے اصطلاحی معنی ہیں حدیث کی نشاندہی کرنا اور بتلانا کہ یہ حدیث کس راوی نے روایت کی ہے اور کتب حدیث میں سے کونسی کتاب میں مذکور ہے۔

سلف صالح کے زمانے میں احادیث کا علم عام تھا اور علماء احادیث کی اسانید اور ان کے مخارج سے واقف تھے۔ محدثین کا تو یہ خاص میدان تخصص تھا لیکن فقہاء و متکلمین بھی حدیث کا بخوبی علم رکھتے تھے۔ محدثین احادیث کی اسانید کی تحقیق کر چکے تھے اور ہر ہر حدیث کے رواۃ کے بارے میں اور مراتب احادیث کے بارے میں اس قدر مفصل معلومات فراہم کر چکے تھے کہ فقہ اور دیگر علوم وفنون کے متخصصین اپنے آپ کو مستغنی تصور کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ فقہاء بالعموم احادیث کی اسانید کے ذکر کئے بغیر اور بلا یہ بتائے ہوئے کہ مذکورہ حدیث کتب حدیث میں کس کتاب میں مذکور ہے۔ قال رسول اللہ کہہ کر حدیث ذکر کر دیتے ہیں حالانکہ اس دور کے فقہاء کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دو یا زیادہ

راوی ہوتے تھے بعد میں جب حدیث کا علم محدود ہوگیا تو اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ کتب فقہ یا تفسیر میں مذکور احادیث کی نشاندہی کرکے بتایا جائے کہ کون راوی ہے اور کون سی کتاب میں یہ حدیث مذکور ہے۔ سب سے پہلے خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) کی کتابوں میں وارد احادیث کی تخریج کی گئی۔ ازاں بعد ابواسحٰق شیرازی کی تصنیف "المہذب" جو فقہ شافعی کی اہم کتاب ہے کی تخریج محمد بن موسیٰ حازمی (۵۸۴ھ) نے کی۔ اس کے بعد کتب تخریج کا سلسلہ جاری ہوگیا اور ان کی کثرت ہوگئی۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کی احادیث کی تخریج امام زیلعی ۷۶۲ھ نے کی جس کا نام ہے نصب الرایہ لتخریج احادیث الهدایه. احیاء علوم الدین جو امام غزالیؒ کی مشہور کتاب ہے۔ اس کی تخریج حافظ عبدالرحیم بن حسین عراقی (۸۰۶ھ) نے کی اس کتاب کا نام ہے "**المغنی عن حمل الأسفار فی الأسفار فی تخریج ماجاء فی الإحیاء من الأخبار**"

عصر جدید میں تخریج حدیث کی مندرجہ ذیل طریقے متعارف ہیں:

۱:...... پہلا طریقہ یہ ہے کہ محقق کو حدیث کے روایت کرنے والے صحابی کا نام معلوم ہو اور اس نام کے تحت کتب مسانید معاجم اور اطراف میں مطلوبہ حدیث کی تلاش کرے۔

۲:...... حدیث کا پہلا لفظ معلوم ہوا اور اس کی مدد سے تحقیق کرنے والا اس حدیث کو فہارس احادیث میں اور ان کتابوں میں تلاش کرے جن میں احادیث حروف معجم کی ترتیب پر مرتب ہوگئی ہیں، نیز ان کتب کی طرف بھی رجوع کرسکتا ہے جن میں احادیث مشہورہ علی السنۃ الناس جمع کی گئی ہیں۔

۳:...... حدیث کے کسی اہم لفظ کو **المعجم المفهرس لألفاظ الحدیث النبوی** میں دیکھے اور پھر اس معجم کو دیئے ہوئے حوالوں کی مدد سے حدیث تلاش کرے۔

۴:...... حدیث کا موضوع معلوم ہو اور ان کتب حدیث میں اس حدیث کو تلاش کیا جائے جن میں احادیث ابواب فقہیہ اور موضوعات کے تحت مرتب ہیں جیسے صحاح ستہ۔

تدلیس:

تدلیس کے معنی ہیں بائع کا مبیع Thing Sold کے عیب کو چھپانا۔ جبکہ علوم الحدیث میں تدلیس کا مفہوم یہ ہے کہ راوی اپنے ہم عصر سے اس طرح روایت کرے جیسے اس نے اس

سے سنی ہو، حالانکہ اس نے اس سے نہ سنی ہو یا اپنے شیخ کا ایسے نام سے ذکر کرے جس سے وہ متعارف نہ ہو۔ تدلیس کی تین قسمیں ہیں: تدلیس الاسناد، تدلیس الشیخ، تدلیس التسویۃ۔

(دیکھئے: مدلس)

تدلیس الاسناد:

تدلیس الاسناد کا مفہوم ہے راوی کا اپنے معاصر سے، جس سے اس کی ملاقات نہ ہوئی ہو یا ملاقات ہوئی ہو لیکن اس سے حدیث نہ سنی ہو، اس طرح روایت کرنا جیسے اس نے اس سے سنا ہے مثلاً یہ کہے کہ فلاں نے کہا۔

تدلیس التسویۃ:

تدلیس التسویۃ کا مفہوم یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ کا نام نہ لے اس لئے کہ وہ ضعیف ہے اور اس سے اوپر شیخ کا نام اس طرح ذکر کرے جس سے سننے والا یہ سمجھے کہ یہ حدیث اس نے اس شیخ سے سنی ہے اور اس طرح بظاہر سند حدیث درست متصل نظر آئے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہوں اور ان میں کوئی ضعیف نہ ہو یہ تدلیس کی جملہ اقسام میں قبیح ترین ہے کیونکہ اس میں کھلا دھوکہ ہے۔

تدلیس الشیوخ:

تدلیس الشیوخ کا مفہوم یہ ہے کہ راوی سند حدیث میں اپنے شیخ کا ذکر اس کے کسی غیر متعارف نام یا کنیت سے کرے۔ جیسے ابوبکر بن مجاہد مقری کا یہ کہنا حدثنا عبداللہ بن ابی عبداللہ حالانکہ مراد عبداللہ بن ابی داؤد صاحب سنن ہیں کیونکہ وہ اپنی کنیت ابوداؤد سے مشہور ہیں نہ کہ عبداللہ سے۔

تدوین حدیث:

تدوین کے لفظی معنی ہیں پہلے سے منضبط علوم کو نئی ترتیب کے ساتھ مرتب کرنا کتابت حدیث کے معنی ہیں حدیث کو لکھ کر مصاحف اور مجموعوں میں منضبط کرنا جبکہ ان تحریری مصاحف کو از سر نو جمع کر کے مرتب کرنا تدوین ہے۔ اہل علم کی قدیم تصانیف میں ایک عبارت اکثر ذکر ہوتی ہے جو یہ ہے اول من دون ھذا العلم ھو ابن شھاب الزھری

(سب سے پہلے جس نے علم حدیث کو مدون کیا وہ ابن شہاب زہری ہیں) اس سے ہمارے دور کے بعض حضرات کو یہ شبہ ہوا کہ گویا زہری سے پہلے حدیث لکھی نہیں گئی۔ یہ بات حقیقت کے خلاف اور ناواقفیت پر مبنی ہے احادیث کے لکھے جانے کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں شروع ہو گیا تھا اور مستقل مختلف مراحل سے گزرتا رہا۔

پہلا مرحلہ:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سفر میں اور حضر میں ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے۔ آپ کے فرمودات کو سنتے، آپ کے عمل کو دیکھتے، اور اپنے عمل کو آپ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق اور قرآن اور علم و عمل ایک ساتھ سیکھتے، آپ کی مجالس میں بیٹھتے اور آپ کے ارشادات سن کر ان کو اپنی الواح قلب پر تحریر کرتے اور صحائف میں لکھتے اور منضبط کرتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بعض اوقات ساٹھ کے قریب صحابہؓ کی جماعت خدمت اقدس میں حاضر ہوتی۔ سب ہمہ تن گوش ہو کر آپ کے ارشادات سنتے اور جب آپ ذرا کسی ضرورت کے لئے اٹھ جاتے تو ہم ان احادیث کو یاد کرتے اور یہ احادیث ہمیں اس طرح یاد ہو جاتیں جیسے ہمارے دل سے پھوٹی ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "میں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا تھا ایک حصہ نماز اور ایک حصہ آرام کے لئے اور ایک حصہ میں احادیث یاد کیا کرتا تھا۔"

بعض صحابہؓ اگر اپنی دیگر مصروفیات کی بنا پر حاضری سے قاصر ہوتے تو آپس میں حاضری کی باری مقرر کر لیتے جیسے حضرت عمرؓ نے اپنے انصاری پڑوسی کے ساتھ باری مقرر کر لی تھی ایک روز حضرت عمرؓ مجلس نبویؐ میں حاضر ہوتے اور شام کو واپس جا کر انصاری ساتھی کو ارشادات نبوت سے آگاہ کرتے اور دوسرے دن انصاری آتے اور مجلس نبوت میں حاضر ہوتے اور شام کو جا کر حضرت عمرؓ کو ارشادات رسولؐ سناتے۔

غرض صحابۂ کرامؓ انتہائی اہتمام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو محفوظ رکھتے، انہیں صفحات قلب پر مرتسم کرتے اور صحیفوں اور مجموعوں میں لکھتے، لکھ کر یاد کرتے اور یاد کئے ہوئے کی لکھے ہوئے سے مراجعت کرتے، باہم مذاکرہ کرتے اور ایک دوسرے کو کلام نبوت سناتے اور قرآن اور علم (حدیث) اور عمل ایک ساتھ سیکھتے اور اپنی زندگی کا ہر قدم اسوۂ

حسنہ کے مطابق بنانے کی سعی و کوشش کرتے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد متعدد صحابۂ کرامؓ نے اپنی زندگی کلامِ نبوت کے حفظ اور نقل و روایت کے لئے مخصوص کر دی، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کا کوئی مشغلہ نہیں تھا سوائے احادیث کے یاد کرنے اور تلامذہ کو قلمبند کرانے کے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد ہمام بن منبہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی احادیث کا ایک تحریری مجموعہ مرتب کیا جو ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔ حضرت انسؓ کے پاس احادیث کے دفاتر تھے جن میں انہوں نے حدیثیں لکھی ہوئی تھیں وہ فرماتے تھے کہ یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھی ہیں اور پھر لکھنے کے بعد آپؐ کو سنائی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی حدیث نبویؐ کی نقل و حفظ کے لئے وقف کر دی تھی آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں احادیث لکھتے رہے اور ایک مجموعۂ احادیث مرتب کیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ دوپہر کے وقت کسی صحابی رسولؐ کے دروازے پر آ کر بیٹھ جاتے، ہوا چلتی اور گرد و غبار منہ پر گرتا، مگر آپ بیٹھے رہتے جب صحابی مکان سے باہر آتے تو ان سے احادیث نبوی سنتے۔

یہ اس عظیم علمی تحریک کی ایک مختصر سی جھلک ہے جو دور صحابۂ کرامؓ میں حفظ حدیث اور کتابت حدیث کے لئے برپا ہوئی تھی اور بعد میں اسی قوت اور توانائی کے ساتھ تابعین کو منتقل ہو گئی۔ طبقۂ تابعین میں متعدد تابعین نے اپنی زندگیاں حفظ و نقلِ حدیث اور کتابت حدیث کے لئے وقف کر دی تھیں، ہر تابعی جہاں حافظ حدیث تھا وہاں اس کے پاس تحریری مجموعہ یا صحیفہ بھی ہوتا تھا۔ اور شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا تھا کہ کوئی تابعی علمِ حدیث میں مشغول ہو اور اس کے پاس حدیثوں کا کوئی تحریری مجموعہ نہ ہو۔ حدیث کے تحریری مجموعوں کی اس قدر کثرت ہو گئی تھی کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ولید بن یزید کے قتل کے بعد امام زہریؒ کی کتابیں جانوروں کی پشت پر لاد کر منتقل کی گئی تھیں۔

دوسرا مرحلہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز ۹۳ ھ میں خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے مدینہ منورہ میں اپنے عامل کو تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث تحریر کریں اور بطور خاص عمرہ کی احادیث قلمبند کریں، اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مختلف علاقوں کے عاملوں تحریر کیا

کہ وہ احادیث کو قلمبند کریں یہ گویا سرکاری سطح پر تدوین حدیث کا باضابطہ آغاز تھا۔ اس وقت تک صحابۂ کرام بھی موجود تھے کیونکہ سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی نے ایک روایت کے مطابق ۱۱۰ ھ میں انتقال کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اس ہدایت پر متعدد علماء نے لبیک کہا اور بطور خاص امام زہری نے احادیث کے دفاتر تحریر کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو روانہ کئے اور انہوں نے ان دفاتر کے نسخے تیار کرا کے مختلف علاقوں میں بھیجے۔

تیسرا مرحلہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم سے تدوین حدیث کا جو کام ہوا اس میں پیش نظر کام احادیث کا قلمبند کرنا تھا، اس وقت فقہی ابواب کی ترتیب قائم نہ ہوئی تھی بلکہ مسانید کے طرز پر احادیث جمع کی گئی اور لکھی گئیں نیز یہ کہ یہ مجموعے مرفوع احادیث کے ساتھ آثار و اقوال صحابہ پر بھی مشتمل تھے۔ تیسرے مرحلے میں احادیث کی ترتیب نو کا کام ہوا اور متعدد اور متنوع اسالیب اور طریقوں سے احادیث کی ضخیم مصنفات مرتب کی گئیں اور یہ اہتمام بھی کیا گیا کہ صحیح احادیث کو مستقل مصنفات میں فقہی ابواب کی رعایت کے ساتھ منضبط کیا جائے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے صحیح البخاری لکھی اور پھر دیگر محدثین نے صحیح اور سنن کی احادیث پر مشتمل تالیفات تحریر کیں اور ہر ایک محدث نے ذخیرۂ حدیث میں احادیث کے انتخاب کے جدا جدا اصول اپنے سامنے رکھے۔ (دیکھئے: کتابت حدیث اور اباحت کتابت)

تصحیف:

کسی لفظ یا حروف کے باہمی اشتباہ کی بنا پر غلط تلفظ کرنا۔ مثلاً لکھی ہوئی حدیث میں سِتًّا لکھا ہوا ہو اور راوی اس کو شَیْئًا پڑھ لے۔ (دیکھئے: مصحف)

تعدیل:

تعدیل کا لفظ عدل سے بنا ہے جس کے معنی انصاف کے ہیں اسی سے عدالت بنا ہے، حدیث کے ہر راوی کا عدل یا عادل ہونا ایک لازمی شرط ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ راوی ساری زندگی اسلامی احکام پر عمل پیرا رہے ہر برائی سے اجتناب کرے اور تقویٰ و پرہیز گاری کے اعلیٰ معیار کا حامل ہو۔ (دیکھئے: عدالت)

تعلیق

سند کے اول حصہ سے ایک یا دو راوی (صحابی یا صحابی اور تابعی) کا نام حذف کر دینا اور حدیث کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کر دینا۔ (دیکھئے: معلق)

تفاوت صحتِ حدیث:

جملہ صحیح احادیث صحت کے یکساں معیار کے حامل نہیں ہوتیں بلکہ مدارج صحت میں باہم مختلف ہوتی ہیں۔ محدثین بعض احادیث کو صحیح اور بعض کو اصح قرار دیتے ہیں جیسا کہ ضعیف حدیث بھی بعض اوقات ضعف میں بڑھی ہوئی ہوتی ہے تو اضعف کہلاتی ہے۔ امام نوویؒ نے صحیح احادیث کے سات مراتب صحت بیان کئے ہیں:

۱:...... وہ احادیث جو بخاریؒ اور مسلمؒ دونوں نے روایت کی ہوں، یعنی متفق علیہ

۲:...... وہ احادیث جو صرف بخاریؒ نے روایت کی ہوں۔

۳:...... وہ احادیث جو صرف صحیح مسلم میں مروی ہیں۔

۴:...... وہ حادیث جو بخاری اور مسلم کی شرائط پر پوری اترتی ہیں لیکن ان دونوں نے روایت نہیں کی ہیں۔

۵:...... وہ احادیث جو صرف بخاری کی شرائط کے مطابق ہوں لیکن صحیح بخاری میں نہ ہوں۔

۶:...... وہ احادیث جو مسلم کی شرائط کے مطابق ہوں لیکن صحیح مسلم میں نہ ہوں۔

۷:...... وہ احادیث جن کو بخاری اور مسلم کے علاوہ دیگر ائمہ حدیث نے صحیح قرار دیا ہو۔

(دیکھئے: صحیح)

تفاوت ضعف حدیث:

جس طرح صحت حدیث کے درجات ہیں اسی طرح ضعیف احادیث بھی ضعف کے درجات کے لحاظ سے مختلف مراتب کی حامل ہیں۔ صحت حدیث کی شرائط جس قدر اعلیٰ درجہ کی موجود ہوں گی اسی قدر وہ صحت کے اعلیٰ درجہ پر ہوگی اور جس قدر ان شرائط کے درجات میں تخفیف اور کمی ہوتی جائے گی اسی حساب سے صحت کا درجہ کم ہوتا جائے گا۔ اسی طرح حدیث ضعیف کے ضعف میں جس قدر ضعف زائد ہوگا اسی قدر اس کا درجہ باعتبار ضعف کم ہو جائے گا

اور ایسی اضعف اور ضعیف جدًا، واھی اور منکر کہلائے گی۔

تفاوت مراتب رواۃ:

محدثین نے راویان حدیث کی شرائط مقرر کی ہیں کہ وہ عادل اور ضابط ہوں یہ دونوں الفاظ وسیع معنی کے حامل ہیں اور ہر راوی کا ان تمام صفات سے متصف ہونا ضروری ہے جو ان مصطلحات کے ذیل میں بیان کی گئی ہیں لیکن تمام راوی ان صفات میں مساوی درجہ کے حامل نہیں ہوتے بلکہ ان میں ان صفات کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے۔ اس فرق کو تفاوت مراتب رواۃ کہا جاتا ہے۔ (دیکھئے: راوی، عدالت اور ضبط)

تقلیل روایت:

تقلیل روایت حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ بطور احتیاط اور تثبت بکثرت احادیث کی روایت سے احتراز کرنا بلکہ اس امر کا اہتمام کرنا کہ راوی کو حدیث بخوبی حفظ ہو وہ اس کے تمام الفاظ کو یاد رکھتا ہو اور اس کے مفاہیم سے بخوبی واقف ہو اور حدیث رسول کی اہمیت وعظمت کا بکمال احساس ہو اور وہ انتہائی حزم واحتیاط کے ساتھ حدیث رسولؐ کو اس کے اہل لوگوں کے سامنے بیان کرے۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور جملہ صحابہ کرامؓ حدیث کو ایک نایاب خزانہ سمجھتے تھے وہ کلام نبوت کی عظمت سے بخوبی آشنا تھے اس لئے خود صحابہ کرامؓ نے یہ اصول وضع کیا کہ ہر جگہ اور بکثرت حدیث کو نہ بیان کیا جائے کیونکہ اکثار روایت حدیث میں اس امر کا احتمال موجود ہے کہ راوی کو کوئی لفظ حدیث صحیح محفوظ نہ رہے اور اس طرح منافقین کو موقعہ مل جائے کہ وہ کوئی بات اپنی طرف سے بڑھا دیں۔

غرض صحابہ کرامؓ بے حد احتیاط اور حد درجہ تورع اور خوف خدا کے ساتھ صرف اسی وقت حدیث رسولؐ بیان فرماتے جب اس کی حاجت ہوتی اور وہ بھی اس طرح کہ ایک ایک لفظ پوری احتیاط کے ساتھ ادا کرتے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تو ان کی رگیں پھول جاتیں، خوف وعید سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے، چہرہ سرخ ہو جاتا، کپکپانے لگتے اور آنکھیں آبدیدہ ہو جاتیں۔

تناوُب:

تناوب کا لفظ نوبہ سے بنا ہے (جسے اردو میں نوبت لکھتے ہیں) تناوب کے معنی باری مقرر کرنے کے ہیں۔ صحابۂ کرامؓ جو تجارت وغیرہ جیسے امور معاش میں مصروف ہوتے اور روزانہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کلامِ نبوتؐ سے استفادہ نہ کر سکتے وہ آپس میں دو دو مل کر باری مقرر کر لیتے ایک دن ایک شخص دربار نبوت میں حاضر ہوتا اور شام کو آ کر حضور کی باتیں اپنے ساتھی کو سناتا اور دوسرے دن دوسرا شخص حاضر ہوتا اور شام کو واپس آ کر اپنے دوسرے ساتھی کو اس روز کی احادیث سناتا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے انصاری پڑوسی کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہوا تھا۔

تواتر:

کسی خبر کا اتنے زیادہ لوگوں کا روایت کرنا کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو تواتر کہلاتا ہے۔ (دیکھئے: متواتر)

﴿ث﴾

ثابت:

ثابت وہ حدیث ہے جس کی سند ثابت ہو، گویا ثابت صحیح کے مرادف ہے۔ لیکن بعینہ مرادف نہیں ہے کیونکہ محدثین بالعموم جب ایک لفظ ترک کر کے دوسرا لفظ اختیار کرتے ہیں تو اس کی بھی ایک اساس اور بنیاد ہوتی ہے اور کسی لطیف مفہوم کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ثابت ایسی حدیث ہے کہ جو سنداً تو صحیح ہو مگر اس کے باوجود وہ صحیح کے درجہ کی نہ ہو۔ (دیکھئے: جید)

ثقات:

ثقات، ثقہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں وہ شخص جس پر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے۔ علمِ حدیث میں ثقہ اس راوی کو کہا جاتا ہے کہ جس میں عدالت، ضبط اور اتقان کی تمام شرائط پوری ہوں۔ اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو راوی ضعیف ہوگا راویانِ حدیث کے بارے میں یہ علم حاصل ہونا کہ کون سے راوی ثقہ ہیں اور کون سے ضعیف ہیں انتہائی اہمیت رکھتا ہے چنانچہ علمائے حدیث نے اس موضوع پر متعدد تصانیف مرتب کی ہیں۔ مثلاً امام بخاریؒ کی کتاب التاریخ الکبیر اور ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل یہ دونوں مصنفات ثقہ اور ضعیف ہر دو قسم کے راویوں کے بیان پر مشتمل ہیں۔ ابن حبان کی الثقات صرف ثقہ راویوں کے بیان میں ہے۔ جو مصنفات صرف ضعیف روایوں کے بیان پر مشتمل ہیں ان کی تعداد زیادہ ہے مثلاً امام بخاریؒ کی الضعفاء، ابن عدی کی الکامل فی الضعفاء اور الذھبی کی المغنی فی الضعفاء۔

(دیکھئے: عدالت اور ضبط)

﴿ج﴾

جرح وتعدیل:

جرح کے معنی ہیں راوی کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا جس سے یہ معلوم ہو کہ اس کا حافظہ اچھا نہیں تھا اور اسے ضبط حدیث کی قدرت کاملہ حاصل نہیں تھی اور اس میں کسی درجہ میں کوئی نقص تھا، یا اس کی سیرت و کردار میں کوئی ایسی کمی تھی جس سے اس کی عدالت اور ثقاہت متاثر ہوتی ہو۔ جبکہ تعدیل ایسے اوصاف کا بیان ہے جن سے معلوم ہو کہ فلاں راوی کا حافظہ بہت اچھا تھا اور اس کا کردار اعلیٰ اور سیرت بہترین اور اس کی زندگی عدالت کے مقررہ اصولوں کے مطابق تھی۔ (دیکھئے: علم الجرح والتعدیل)

جوامع:

محدثین کرام نے کتب احادیث میں حدیث کے جمع وترتیب کے متنوع طریقے اختیار کیے ہیں اور ہر اسلوب اور طریقے سے مرتب کی گئی کتاب حدیث ایک مختلف نام سے موسوم کی گئی ہے مثلاً مسند، مصنف، جامع اور سنن وغیرہ۔ جوامع جامع کی جمع ہے۔ جامع حدیث کی ایسی کتاب ہے جو درج ذیل آٹھ اہم اور اساسی ابواب پر مشتمل ہو۔

عقائد، احکام، رقاق، آداب، تفسیر، تاریخ وسیر، شمائل، فتن اور مناقب۔

صحیح البخاری اور سنن الترمذی جوامع ہیں۔

جہالت راوی:

راوی کے بارے میں عدم واقفیت کو جہالت راوی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ایسا راوی مجہول (غیر معروف) کہلاتا ہے محدثین کے یہاں ایسا راوی مجہول ہے جس کی عدالت کا علم نہ ہو، لیکن اگر علمائے حدیث میں سے دو نے یا زیادہ نے اس سے حدیث روایت کی ہے تو اس کی عدم واقفیت باقی نہیں رہی البتہ عدم واقفیت (جہالت) ختم ہو جانے سے عدالت ثابت نہیں

ہوتی۔ جمہور محدثین کے نزدیک عدالت تزکیہ سے ثابت ہوتی ہے۔ دارقطنی کی رائے یہ ہے کہ اگر راوی سے دو یا زیادہ محدثین روایت کریں تو اس کی جہالت بھی مرتفع ہو جاتی ہے اور عدالت بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

عدم واقفیت کے اسباب (اسباب جہالت) تین ہیں:

١:.....راوی کے متعدد اوصاف ہوں، مثلاً نام، کنیت اور نسبی نسبت۔ ان میں سے وہ کسی ایک وصف کے ساتھ مشہور ہو مگر جو راوی اس سے روایت کر رہا ہے وہ اس کا ذکر ایسے وصف سے کر رہا ہے جس سے وہ متعارف نہیں ہے، جس سے یہ خیال ہو کہ یہ کوئی اور راوی ہے اور اس طرح حقیقت حال سے عدم واقفیت پیدا ہو جائے۔

٢:.....قلت روایت: یعنی راوی سے عدم واقفیت کی وجہ اس سے حدیث کی روایت کا کم ہونا ہو۔ مثلاً یہ کہ اس سے روایت کرنے والا ایک ہی راوی ہو۔

٣:.....اس کے نام کی وضاحت نہ ہو (عدم التصریح باسمہ) یعنی جس نے اس سے روایت کی ہے اس نے اس کا نام نہیں ذکر کیا ہے اور صرف یہ کہا ہے کہ قال فلان (فلاں شخص نے کہا) ایسے راوی کو جس کا اگلے راوی نے نام نہ لیا ہو مبہم کہا جاتا ہے۔ (دیکھئے: مبہمات)

جیّد:

بعض محدثین بعض اوقات کسی حدیث کے بارے میں فرمادیتے ہیں کہ حدیث جید۔ ابن الصلاح کی عبارت سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ جید صحیح کے ہم معنی ہے۔ لیکن امام ترمذی فرماتے ہیں "ھذا حدیث جید حسن" صاف ظاہر ہے کہ اس عبارت میں امام ترمذیؒ نے صحیح کا لفظ چھوڑ کر جید کا لفظ استعمال کیا ہے تو یقیناً اس میں کوئی نکتہ ہے اور وہ نکتہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک حدیث حسن لذاتہ کے درجے سے بلند تو ہو گئی ہے لیکن انہیں اس امر میں تامل باقی ہے کہ کیا یہ صحیح کے درجہ کو پہنچ گئی گویا ان کے یہاں جید کا درجہ صحیح سے کم ہے۔ (دیکھئے: قوی)

﴿ح﴾

حافظ:

حافظ سے مراد حافظ حدیث ہے اور حافظ حدیث وہ ہے جو ہر طبقۂ محدثین کی اکثر مرویات سے واقف ہو اور اسے شیوخ کے تمام طبقات کی مکمل معرفت حاصل ہو۔ غرض اسے حدیث اور رجال حدیث اور ان سے متعلق جملہ امور کے بارے میں معرفت حاصل ہو۔

حاکم:

حاکم سے مراد ایسا محدث ہے جو جملہ احادیث کا علم رکھتا ہو اور اگر وہ بعض مرویات سے ناواقف ہو تو ان کی تعداد بہت قلیل ہو۔

حجت:

ایسا محدث جسے تین لاکھ احادیث حفظ ہوں۔

حجیت سنت:

حدیث کا لفظ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ احوال و کیفیات، عادات واخلاق، افعال و اعمال اور اقوال و تقریرات کو شامل ہے۔ سنت کے لفظی معنی ہیں طریقہ یعنی طریقۂ رسولؐ۔ اس اعتبار سے سنت کا مفہوم ہے ایسی احادیث مبارکہ جن سے انسان کی عملی زندگی کے لئے راہنمائی ملتی ہو اور احکام مستنبط ہوتے ہوں یعنی وہ تمام امور جن کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو یا منع فرمایا ہو یا اس کام کو مستحب (پسندیدہ) قرار دیا ہو۔ حجیت کے معنی ہیں احتجاج، یعنی دلیل بنانا یا دلیل قائم کرنا یعنی کتاب اللہ کے بعد سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دلیل شرعی کی حیثیت حاصل ہے اسی لئے دلائل شرعیہ کے بیان میں کہا جاتا ہے کہ کتاب اور سنت۔

قرآن کریم کی بے شمار آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ سبحانہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی اور بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا تاکہ آپ لوگوں کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے کر آئیں اور انہیں صراط مستقیم کی جانب ہدایت کریں اور وضاحت اور تفصیل سے بیان کریں کہ اللہ نے اپنی کتاب میں کیا احکام نازل فرمائے ہیں اور ان کے لئے طیبات کو حلال قرار دیں اور خبائث کو حرام کر دیں۔

قرآن کریم میں احکام شریعت کا بیان اجمال اور اختصار کے ساتھ ہوتا ہے۔ نماز وزکوٰۃ اور حج وغیرہ کا حکم دیا گیا ہے لیکن ان امور کی بجا آوری سے متعلق تفصیلات بیان نہیں کی گئیں اور ان تفصیلات کے معلوم کرنے کا سوائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپؐ کی اسوۂ حسنہ کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے قول سے اور عمل سے احکام الٰہی کی جملہ تفصیلات بیان فرمائیں اور ارشاد فرمایا ''جس طرح مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھو اس طرح نماز پڑھو۔'' گویا قرآن کریم میں وارد حکم صلاۃ پر عمل کا کوئی وسیلہ اور ذریعہ موجود نہیں ہے سوائے اس کے کہ اتباع رسولؐ کی جائے۔ اسی لئے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ سنت قرآن کا بیان ہے اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ''جو سنت پر ایمان نہیں رکھتا وہ درحقیقت قرآن پر بھی ایمان نہیں رکھتا۔'' کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ ہم نے رسول کو ان احکام کے بیان کے لئے بھیجا ہے جو ہم نے انسانوں کے لئے نازل کئے ہیں صاف ظاہر ہے کہ رسول کا بیان ہی سنت ہے۔ بنابریں سنت کا انکار قرآن کا انکار ہے۔ قرآن نے فرمایا کہ ''اللہ کے رسول لوگوں کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے اور ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں'' اور اللہ کے رسولؐ نے جن چیزوں کو حلال قرار دیا ہے اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے وہ سنت ہیں۔

قرآن کریم کی متعدد آیات میں رسول کریمؐ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ''رسول کی پیروی اور اس کا اتباع ہی دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔'' (النساء:۸۰) یہاں تک فرمایا کہ:

''کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک وہ زندگی کے تمام معاملات ومسائل میں دل سے اور پورے اطمینان کے ساتھ اللہ کے رسول کا فیصلہ تسلیم نہ کرلے اور اس طرح نہ مان لے کہ دل میں کوئی خدشہ تک باقی نہ رہے۔'' (النساء:۶۰)

علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ سورۂ نساء کی آیت ٦٥ میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر ان انسانوں کے ایمان کی نفی فرمادی ہے جو ہر چھوٹی بڑی بات میں اللہ کے رسولؐ کے حکم کو قطعی اور فیصلہ کن نہ سمجھیں اور صرف یہی نہیں کہ اللہ کے رسولؐ کے ہر فیصلے اور ہر حکم پر سر تسلیم خم کردیں بلکہ تسلیم و رضا کی ایسی قلبی کیفیت کے ساتھ مان لیں کہ دل میں کسی تذبذب کی رمق بھی باقی نہ رہے۔

بہر حال فہم قرآن اور قرآن کے احکام پر عمل کئے بغیر اتباع سنت ممکن ہی نہیں ہے۔

حدیث قدسی:

حدیث قدسی سے مراد وہ حدیث ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ اللہ سبحانہ ارشاد فرماتے ہیں غرض ہر وہ حدیث، حدیث قدسی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب فرمائی ہو۔

حدیث قدسی حدیث کی متعدد انواع میں سے ایک نوع ہے اور اس کا حدیث قدسی کہلانا اسے زمرۂ حدیث سے خارج نہیں کرتا۔ بالعموم احادیث قدسیہ اللہ کی عظمت و کبریائی اور اس کی رحمت واسعہ اور نصائح پر مشتمل ہیں۔ علامہ مناوی نے اپنی کتاب الاتحافات السنیہ بالاحادیث القدسیہ میں ٢٧٢ احادیث قدسیہ جمع کی ہیں۔

حدیث قدسی اور قرآن کریم میں متعدد وجوہ سے کئی فرق ہیں جو اجمالاً درج کئے جاتے ہیں:

١:..... قرآن کریم اللہ کا کلام ہے جو حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر الفاظ و معنی کے ساتھ وحی کیا گیا اور قرآن کریم معجزہ ہے اور تاقیامت باقی رہنے والا ہے۔ جبکہ حدیث قدسی اس طرح نہیں ہے بلکہ دیگر تمام احادیث کی طرح اس میں الفاظ و تعبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور مفہوم و معنی وحی ہیں کیونکہ آپ کوئی بات اپنی طرف سے نہیں فرماتے بلکہ آپؐ نے جو فرمایا ہے وہ وحی ہے۔ قرآن کریم کو اللہ کی طرف منسوب کرکے کلام اللہ کہا جاتا ہے جبکہ حدیث قدسی کلام الرسولؐ ہے۔

٢:..... قرآن کریم کی ہر آیت اور اس کا ہر لفظ قطعی الثبوت ہے کیونکہ قرآن کریم تواتر کے

ساتھ منقول ہے اور کسی طرح کے تغیر و تبدل سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کردیا گیا ہے۔ اس کے برعکس احادیث قدسیہ دیگر احادیث کی طرح ظنی الثبوت ہیں اور اسی طرح صحیح حسن اور ضعیف ہوسکتی ہیں جس طرح دیگر احادیث ہیں۔

٣:..... قرآن کریم کو بغیر طہارت ہاتھ لگانا درست نہیں ہے جبکہ حدیث قدسی کا یہ حکم نہیں ہے۔

٤:..... قرآن کریم لفظاً و معنیً من عند اللہ ہے اور قطعی ہے اس لئے قرآن کریم کی روایت بالمعنی صحیح نہیں ہے جبکہ حدیث قدسی کی روایت بالمعنی درست ہے۔

٥:..... قرآن کریم کی تلاوت عبادت ہے اور نماز میں اس کی تلاوت لازمی ہے اور اس کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں جبکہ حدیث قدسی کے پڑھنے کا وہی اجر و ثواب ہے جو ہر حدیث کے پڑھنے کا اور اس پر عمل کرنے کا ہے۔

٦:..... قرآن کریم کی ایک آیت یا ایک لفظ کا منکر بھی کافر ہے جبکہ حدیث قدسی اگر متواتر نہ ہو تو اس کا انکار کفر نہیں ہے۔ (دیکھئے: صحیح)

حسن:

حدیث کے صحیح ہونے کے بعض شرائط ہیں جن کا موجود ہونا صحت حدیث کے لئے لازمی ہے اگر یہ شرائط موجود نہ ہوں تو وہ حدیث ضعیف ہے۔ البتہ شرط کے موجود ہونے کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے کہ بعض راویانِ حدیث حفظ ضبط اور اتقان کی اعلیٰ درجہ پر ہوں اور یہ بھی ممکن ہے ان میں سے بعض راوی مذکورہ صفات میں اعلیٰ درجہ کے نہ ہوں بلکہ قدرے کمتر ہوں یہ کمتر درجہ والے راویان حدیث جو صحیح اور ضعیف کے درمیان ہوں حدیث حسن کے راوی ہیں۔

امام ترمذیؒ سے پہلے حدیث کی دو قسمیں کی جاتی تھیں صحیح اور ضعیف۔ لیکن امام ترمذیؒ نے حدیث کو تین اقسام میں تقسیم کیا: صحیح، حسن اور ضعیف۔ حسن کی تعریف میں علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ خبر واحد کے راوی اگر تمام عادل ہوں اور تام الضبط ہوں اور حدیث کی روایت بغیر شذوذ اور علت کے متصلاً ہوئی ہو تو یہ حدیث صحیح ہے اور اگر بعض راویان حدیث ضبط (حفظ) میں کم ہوں تو یہ حدیث حسن لذاتہ ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث حسن وہ ہے جس میں صحیح حدیث کی تمام شروط موجود ہوں مگر اس کے بعض راویوں میں ضبط کی کمی ہو تو

یہ حسن لذاتہ ہے۔ یعنی صحیح کے تمام راویوں میں ضبط تام ہونا شرط ہے جبکہ حسن میں مجرد ضبط کافی ہے۔ حسن کی دو قسمیں ہیں حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ۔

حسن لذاتہ:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ حسن لذاتہ وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو اور شذوذ وعلت سے پاک ہو مگر اس کے بعض راوی ضبط میں کم درجہ کے ہوں۔ اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حدیث صحیح لذاتہ اور حدیث حسن لذاتہ کی شروط یکساں ہیں سوائے ضبط کے تام ہونے یا اس کے قدرے کم ہونے کے یعنی عدل تام الضبط کی روایت صحیح لذاتہ ہے اور عدل خفیف الضبط کی روایت حسن لذاتہ ہے حسن لذاتہ کو اس نام سے اس لئے موسوم کیا گیا ہے کہ اس میں حسن اس کی ذات میں موجود ہوتا ہے خارج سے نہیں آتا۔

حدیث حسن اگر کسی اور سند سے بھی مروی ہو تو اس کی قوت میں اضافہ ہو کر صحیح کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے اور اس صورت میں اسے صحیح لغیرہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ حدیث حسن کا راوی عدل ہونے کے باوجود ضعیف الضبط ہے اور ضبط کی یہ کمی دوسری سند سے پوری ہوگئی اور ایک حدیث حسن دوسری سند سے تائید حاصل ہونے سے حدیث صحیح کے درجہ کو پہنچ گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسن لذاتہ کو اگر دوسری سند سے تائید حاصل ہو جائے تو وہ صحیح لغیرہ کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔

حسن لذاتہ کی مثال امام ترمذیؒ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے، جو انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر مجھے امت کے زحمت میں پڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔'' اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن عمرو بن علقمہ ہیں جو اگرچہ مشہور بالصدق ہیں لیکن اہل اتقان میں سے نہیں ہیں (یعنی حفظ حدیث میں کمال حاصل نہیں ہے) اس اعتبار سے یہ حدیث حسن ہے لیکن چونکہ یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے اس لئے اس کا درجہ بڑھ کر یہ حدیث صحیح کے درجہ کو پہنچ گئی۔

اس حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے تین درجات ہیں:

۱:...... اگر اس حقیقت سے صرف نظر کر لیا جائے کہ یہ حدیث کسی اور سند سے بھی مروی ہے تو یہ

حسن لذاتہ ہے۔

۲:...... اگر یہ امر سامنے رکھا جائے کہ یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے تو یہ صحیح لغیرہ ہے۔

۳:...... یہی حدیث بخاری ومسلم نے ابوالزناد از اعرج از ابوہریرہؓ روایت کی ہے جو صحیح لذاتہ ہے۔

حسن لغیرہ:

حسن لغیرہ ایسی حدیث ہے جس کی سند میں کوئی راوی مستور الحال ہو کہ اس کی اہلیت روایت حدیث متحقق نہ ہو مگر اس کے باوجود وہ مغفل یا کثیر الخطاء ہو اور نہ اس پر جھوٹ کی تہمت ہو اور نہ اس کے بارے میں کوئی ایسی بات کہی گئی ہو جس کی بناء پر راوی کو فاسق قرار دیدیا جاتا ہے، اس کے باوجود اس حدیث کی تائید کسی معتبر راوی سے ہوتی ہو۔

حسن لغیرہ کی مثال وہ حدیث ہے جو امام ترمذیؒ نے شعبہ از عاصم بن عبیداللہ از عبداللہ بن عامر بن ربیعہ از والد خود روایت کی ہے کہ ''بنی فزارہ کی ایک عورت نے ایک جوڑا جوتی مہر پر نکاح کر لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ کیا تم راضی ہو اس نے کہا جی ہاں'' اس روایت کی سند میں عاصم سوء حفظ کی بنا پر ضعیف ہے مگر چونکہ یہ حدیث حضرت عمرؓ، ابو ہریرہؓ، عائشہؓ اور ابو حدردؓ سے بھی مروی ہے اس لئے امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے اور چونکہ یہ حسن دوسری سندوں کی تائید کی بنا پر حاصل ہوا ہے اس لئے حسن لغیرہ ہے۔

خ

خبر:

خبر کا اطلاق ہر اس بات پر ہوتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرامؓ اور تابعین سے منقول ہو۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ ہر وہ بات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہو وہ حدیث ہے اور آپؐ کے سوا کسی اور سے منقول ہونے والی بات خبر ہے جبکہ فقہاء کے نزدیک حدیث موقوف کو اثر کہا جاتا ہے یعنی صحابۂ کرامؓ سے منقول ہونے والے افعال واقوال جنہیں بطور جمع آثار صحابہ کہا جاتا ہے۔ (دیکھئے: اخبار وآثار)

خبر واحد:

خبر واحد یا خبر احاد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد حد تواتر تک نہ پہنچی ہو، خواہ اسے روایت کرنے والا راوی ایک ہی ہو یا دو یا دو سے زیادہ۔ غرض جو حدیث متواتر نہیں ہے وہ احادہ ہے۔ خبر واحد اگر ثابت ہو تو صحابۂ کرامؓ، تابعین، محدثین اور فقہاء سب کے نزدیک حجت ہے، اس لئے کہ ثبوت حدیث کی اساس راویانِ حدیث کا عادل اور ثقہ ہونا اور ان کا حافظ حدیث ہونا ہے اور یہ کہ ایک راوی کا دوسرے راوی سے سماع ثابت ہو۔

امام رازیؒ نے اپنی کتاب المحصول میں فرمایا کہ خبر واحد کے حجت ہونے پر صحابۂ کرامؓ کا اجماع ہے اور امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ خبر واحد قطعی الثبوت ہے اور موجب علم ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

خبر واحد کے حجت شرعی ہونے کے متعدد دلائل ہیں، یہاں چند دلائل ذکر کئے جاتے ہیں:

۱:...... اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی خبر کی صحت کی تحقیق کر لو اور معلوم کر لو کہ خبر صحیح ہے یا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ایک یا دو آدمی کوئی بات کہیں تو تصدیق نہ کرو، بلکہ فرمایا کہ تحقیق کر لو اور معلوم کر لو کہ اس کی بات درست ہے یا نہیں اور پتہ لگا لو کہ کہنے والا سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ خبر دینے والا سچا ہے اور جو اس نے خبر دی ہے وہ سچی ہے تو

اس کو مان لو اور اس کے مطابق عمل کرو۔ محدثین کرام نے اسی اصول پر عمل کیا ہے کہ راویانِ حدیث کے بارے میں تحقیق کی کہ وہ صادق و عادل ہیں یا نہیں ہیں اور ان سے حفظ حدیث میں کوئی کوتاہی ہوئی ہے یا انہوں نے حدیث کو اسی طرح حفظ کیا جیسے وہ ان کی لوح قلب پر مرتسم ہو اور جو روایات ان راویانِ حدیث نے نقل کی ہیں ان کی صحت کے معیار میں کوئی کمی ہے یا وہ صحت کے اعلیٰ معیار پر پوری اترتی ہیں۔

۲:...... رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ اس شخص کے چہرے کو تروتازہ رکھے جس نے میری حدیث سنی اسے یاد رکھا اور پھر دوسروں تک پہنچایا۔" اس فرمان نبویؐ میں یہ شرط عائد نہیں کی گئی کہ آپؐ سے سن کر بات دوسروں تک پہنچانے والے کثیر تعداد میں ہوں بلکہ فرمایا کہ اگر کوئی ایک شخص بھی میری بات کو محفوظ رکھے اور دوسرے تک پہنچا دے تو اللہ اس کے چہرے کو شاداب رکھے۔ بنابریں یہ حدیث خبر واحد کے حجت ہونے اور اس پر عمل کے لازم ہونے کی واضح دلیل ہے۔

۳:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر صحابۂ کرامؓ کو اپنے احکام کی تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ ایک ہی صحابی کو روانہ فرمایا، جماعت کو روانہ نہیں فرمایا۔ چنانچہ ۹ھ میں حضرت ابو بکرؓ کو حج کا والی مقرر کر کے مکہ مکرمہ روانہ فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پہنچائے سب نے ان احکام کو تسلیم کیا اور ان کے مطابق عمل کیا۔

۴:...... صحابۂ کرامؓ بالاتفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ کے احکام پر عمل کیا اور کبھی ایک صحابی کی خبر کے تسلیم کرنے میں تأمل نہیں کیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ خبر واحد کے تسلیم کرنے اور اس کے حجت ہونے پر صحابۂ کرامؓ کا اجماع منعقد ہو گیا تھا۔ چنانچہ تحویل قبلہ کی خبر ایک صحابی لے کر گئے تھے اور تمام صحابہ نے نماز ہی میں رخ تبدیل کر لیا تھا اور ان میں سے کسی نے بھی خبر واحد کے قبول کرنے میں تأمل نہیں کیا بلکہ سب نے تسلیم کیا اور اسی وقت اس پر عمل کیا۔

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب "الرسالۃ" اور "الام" میں خبر واحد کے حجت ہونے کے بیش قیمت دلائل بیان کئے ہیں اور اس موضوع پر مفصل کلام کیا ہے۔ اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں اس موضوع پر مفصل کلام کیا ہے۔

﴿ د ﴾

درایۃ الحدیث:

درایت کے معنی علم کے ہیں، علم حدیث کی دو قسمیں ہیں علم روایت حدیث، اور علم درایت حدیث۔ علم روایت حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب تمام اُمور کی خبر رسی کے ساتھ اور مکمل تحقیق و تدقیق کے ساتھ روایت کرنے اور اس روایت کے جملہ اوصاف کے علم کا نام ہے۔ جبکہ راوی سے متعلق جملہ حالات اور مروی کے قبول ورد کے بارے میں جملہ معلومات کو علم درایت حدیث کہا جاتا ہے۔ (دیکھئے: علم درایت حدیث)

﴿ ر ﴾

راوی:

راوی کا لفظ روایت سے بنا ہے جس کے معنی کسی بات کو نقل کرنے کے ہیں گویا راوی وہ ہے جو کوئی بات نقل کرے۔ اس طرح راوی الحدیث کے معنی ہوئے حدیث نقل کرنے والا اور اس کی جمع ہے رواۃ الحدیث یعنی ناقلین حدیث۔ علوم الحدیث کی اصطلاح کے مطابق راوی وہ ہے جو اپنے شیخ سے اخذ حدیث کے طریقوں میں سے کسی طرح حدیث اخذ کرکے اسے بخوبی سمجھ لے اور محفوظ کرلے اور جب اداء حدیث کا مرحلہ آئے بعینہ اسی طرح حدیث کو نقل کردے۔ راوی کی متعدد شرائط ہیں جو اخذ حدیث اور اداء حدیث کے وقت موجود ہونی چاہئیں۔ (دیکھئے: اہلیت تحمل اور اہلیت اداء)

رحلۃ فی طلبِ الحدیث:

رحلۃ کے معنی سفر کے ہیں۔ یعنی حدیث سننے کی غرض سے سفر کرنا۔ صحابۂ کرامؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نبوتؐ کو اپنے صفحات قلوب پر مرتسم کرلیا کرتے تھے۔ حضرات صحابۂ کرامؓ کے حب حدیث کا یہ عالم تھا کہ ایک دوسرے سے احادیث سنتے اور یاد کرتے اور سماع حدیث کے لئے طویل سفر فرماتے بیشتر ایسا ہوتا کہ یہ سفر صرف ایک حدیث کی خاطر ہوتا۔ چنانچہ روایت ہے کہ ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سواری کا اونٹ خریدا ایک ماہ کی مسافت طے کرکے شام پہنچے اور عبداللہ بن اُنیس سے قصاص سے متعلق ایک حدیث سنی'' غرض دور صحابہ ہی میں یہ طریقہ مقرر ہوگیا تھا کہ صحابہ حدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے دور دراز کا سفر کرنے لگے۔ پھر جب دور تابعین آیا تو اسفار علمیہ کی کثرت ہوگئی، چنانچہ الوقلابہ کا بیان ہے کہ میں سفر کرکے مدینہ منورہ پہنچا اور وہاں تین دن قیام کیا اس سفر میں میری کوئی غرض نہیں تھی اس کے سوا کہ ایک صاحب آنے والے تھے اور مجھے ان سے ایک حدیث سننا تھی۔''
حضرت سعید بن المسیب کا بیان ہے کہ ''میں ایک حدیث کی تلاش میں کئی کئی دن اور کئی کئی

راتیں سفر کرتا ہوں۔"

خطیب بغدادیؒ کی اس موضوع پر ایک بیش قیمت تصنیف ہے جس کا نام ہے "الرحلة فی طلب الحدیث"

رجال الحدیث:

رجال رجل کی جمع ہے اور رجال سے مراد راویان حدیث ہیں۔ راویوں کے بارے میں مکمل کوائف معلوم ہونا کہ وہ صدق وامانت اور حفظ حدیث میں کس درجہ پر ہیں اور انھوں نے احادیث کو انتہائی امانت ودیانت داری سے امت تک پہنچایا اور ان کو حفظ حدیث میں ایسا ملکہ حاصل تھا کہ کبھی کوئی بھول چوک بھی سرزد نہیں ہوئی۔ حدیث کی معرفت میں اساسی اہمیت کا حامل ہے۔

علمائے حدیث نے انتہائی کاوش اور حد درجہ تحقیق کے ساتھ راویانِ حدیث کے حالات زندگی جمع کیے ہیں اور ان کی تاریخ ولادت، تاریخ وفات، ان کے اساتذہ اور ان کے تلامذہ اور ان کے حفظ حدیث اور دیانت وتقویٰ کے معیار کی ہر وہ تفصیل بیان کی ہے جس کا روایت حدیث سے کوئی تعلق ہو۔ یہ ایک بہت وسیع اور دقیق علم ہے جسے علم الرجال کہا جاتا ہے۔ (دیکھیے: علم رجال الحدیث، علم تاریخ الحدیث)

رواۃ الحدیث:

رواۃ راوی کی جمع ہے راوی کے معنی ہیں حدیث کو نقل اور روایت کرنے والا۔ حدیث دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے، سند اور متن۔ متن سے مراد مضمون حدیث اور اس کے الفاظ ہیں جبکہ سند سے مراد راویوں کے ناموں کا وہ سلسلہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس نے کس سے حدیث سنی اور اخذ کی، سند حدیث میں جو نام مذکور ہیں وہ رجال حدیث ہیں اور انہی کو رواۃ حدیث کہا جاتا ہے۔ (دیکھیے: سند اور علم رجال الحدیث)

روایۃ الآباء عن الابناء:

حدیث کی معرفت کے لئے رجال حدیث کی مکمل معرفت لازمی ہے یہی وجہ ہے کہ محدثین نے رجال حدیث کے حالات زندگی جاننے اور ان سے متعلق ان تمام امور کی تحقیق

میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جن کا کسی بھی طرح حدیث کی نقل وروایت سے تعلق ہو۔ راویان حدیث کے انساب کا علم بھی فنون حدیث میں ایک اہم فن ہے اور اسی کا ایک پہلو اس امر کی دریافت ہے کہ دو یا دو سے زیادہ راویان حدیث میں آپس میں کیا نسبی تعلق ہے چنانچہ علمائے علم رجال نے ان راویان حدیث کی نشاندہی کی جنھوں نے اپنے باپ سے یا اپنی اولاد سے یا اپنے بہن بھائیوں وغیرہم سے احادیث روایت اور نقل کی ہیں۔ ایسے متعدد راوی ہیں جنھوں نے اپنے بیٹوں سے علم حدیث اخذ کیا اور ان احادیث کی روایت کی، ایسی مرویات کو روایۃ الآباء عن الابناء سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ صحابۂ کرامؓ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ سے دو احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے فضل بن عباسؓ سے مزدلفہ میں جمع بین الصلاتین کی حدیث روایت کی ہے۔ صحابۂ کرام کے بعد تابعین اور اتباع تابعین میں اس طرح کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ خطیب بغدادی نے اپنی ایک مستقل تالیف میں اس نوع کی مرویات کو جمع کیا ہے۔

(دیکھیے: الآباء عن الابناء)

روایۃ الابناء عن الآباء:

اولاد کی باپ سے روایت حدیث روایۃ الابناء عن الآباء سے موسوم کی جاتی ہے اس کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت تو یہ ہے کہ اولاد نے صرف باپ سے سن کر حدیث روایت کی ہو۔ اس صورت کی مرویات کثیر تعداد میں ہیں جیسے ابوالعشراء الدارمی نے از والد خود از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث روایت کی ہے جو سنن اربعہ میں مذکور ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ راوی از والد خود از جد خود روایت کرے جیسے عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود مشہور سند ہے، اور متعدد احادیث اس سند سے مروی ہیں۔ عمرو بن شعیب کا نسب اس طرح ہے: عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص یعنی محمد جو تابعی ہیں وہ عمرو بن شعیب کے دادا ہیں اور عبداللہ بن عمرو بن العاص شعیب بن محمد کے دادا ہیں۔ اگر سند میں از جد خود سے مراد محمد ہیں تو اس سند سے مروی حدیث مرسل ہوگی۔ لیکن اکثر محدثین نے جد سے عبداللہ بن عمرو بن العاص مراد لئے ہیں اور اس طرح سند حدیث متصل ہے۔ روایت ابناء عن الآباء کی عمدہ مثال وہ روایت ہے جو خطیب از عبداللہ بن عبدالوہاب بن عبدالعزیز بن الحارث بن اسد بن اللیث بن سلیمان الاسود بن سفیان ابن

یزید بن اکینۃ تیمی کی سند سے مروی ہے اور حضرت علیؓ تک پہنچتی ہے اس سند میں راوی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ" حنان وہ ہے جو اس شخص کی جانب متوجہ ہو جو اس سے معرض ہے اور منان وہ ہے جو بغیر مانگے عطا کرے۔" خطیب کا بیان ہے کہ اس سند میں نو ابناء (بیٹے) ہیں جو سب اپنے آباء سے روایت کر رہے ہیں اس سند کے آخر میں اکینۃ بن عبداللہ ہیں جنہوں نے یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

روایۃ الأقران:

اقران قرین کی جمع ہے جس کے معنی ساتھی کے ہیں۔ علوم حدیث میں اقران سے مراد ایسے دو یا زیادہ راوی ہیں جو عمر میں اور سند میں باہم متقارب ہوں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے سے روایت کرے۔ اقران کی ایک دوسرے سے روایت کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے روایت کرے اس قسم کو مدبج کہا جاتا ہے۔ جیسے حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت عائشہؓ سے اور حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے، تابعین میں زہری نے عمر بن عبدالعزیز سے اور عمر بن عبدالعزیز نے زہری سے روایت کی ہے اور اتباع تابعین میں مالکؒ نے اوزاعیؒ سے اور اوزاعی نے مالک سے روایت کی ہے اور اتباع الاتباع میں احمد بن حنبلؒ نے علی بن المدینی سے اور علی بن المدینی نے احمد بن حنبل سے روایت کی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ان میں سے ایک تو دوسرے سے روایت کرے مگر دوسرا پہلے سے روایت نہ کرے۔ جیسے سلیمان تیمی اور مسعر دونوں اقران ہیں لیکن سلیمان نے مسعر سے روایت کیا ہے مگر مسعر نے سلیمان سے روایت نہیں کیا۔ (دیکھئے: مدبج)

روایۃ الاکابر عن الاصاغر:

اکابر کبیر کی جمع ہے جس کے معنی ہیں کبیر السن والعلم یعنی عمر یا علم میں بڑا اور اصاغر صغیر کی جمع ہے جس کے معنی ہیں چھوٹا۔ اگر علم اور عمر میں بڑا راوی اپنے سے چھوٹے سے روایت کرے تو یہ روایت الکبیر عن الصغیر ہے اور اس کی جمع روایۃ الاکابر عن الاصاغر ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمیم داری کا نقل کردہ جساسہ کا قصہ بیان فرمایا جو صحیح مسلم میں مذکور ہے۔

روایۃ الاکابر عن الاصاغر کی کئی صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ راوی مروی عنہ

سے عمر میں اور طبقہ راویان حدیث میں بڑا ہو جیسا کہ زہریؒ کی روایت امام مالکؒ سے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ راوی مروی عنہ سے مرتبہ میں بڑا ہو جیسے مالکؒ کی روایت عبداللہ بن دینار سے، تیسری صورت یہ ہے کہ راوی مروی عنہ سے ان دونوں پہلوؤں میں بڑا ہو۔ جیسے ابوبکر برقانی کی روایت خطیب سے۔

روایت حدیث:

راوی اپنے شیخ سے حدیث سنے یا اخذ حدیث کے طریقوں سے کسی طریقے سے اخذ کرے پھر اسے اس وقت تک یاد رکھے جب تک اس حدیث کو دوسروں تک پہنچائے، راوی کا حدیث کا دوسروں تک پہنچا دینا اداء حدیث اور روایت حدیث کہلاتا ہے۔

(دیکھئے: تحمل حدیث واداء حدیث وآداب حدیث)

روایت حدیث باللفظ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام وحی تھا، کیونکہ فرمان الٰہی ہے کہ آپؐ جو کچھ فرماتے تھے وحی سے فرماتے تھے، اور آپ کو جوامع کلم عطا کیے گئے آپؐ افصح العرب تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں نور جھلکتا ہے اور آپؐ کے کلام میں ایسی ندرت اور ایسا حسن ہے جو نہ کبھی کسی انسان کے کلام میں پایا گیا اور نہ کبھی پایا جائے گا۔ آپؐ کا کلام باوقار اور ایسی عظیم شان والا ہے کہ انسان اس کو سن کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ کے مختصر کلمات اور الفاظ میں معانی اور مفاہیم کا ایک دریا سمٹا ہوا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام نے اس امر کا اہتمام بلیغ کیا کہ آپؐ کی احادیث انہی الفاظ وکلمات کے ساتھ ادا کی جائیں جو آپؐ نے اپنی زبان سے ادا فرمائے یہ سلسلہ صحابہؓ کرامؓ کے وقت سے تدوین حدیث کے مرحلے کے اختتام تک جاری رہا صحابہؓ کرامؓ حدیث کو اس کے کلمات اور الفاظ کے ساتھ یاد کرتے اور محفوظ کرتے اور جب روایت کرتے تو اس امر کا پورا اہتمام فرماتے کہ الفاظ حدیث میں کوئی معمولی سا بھی ردوبدل نہ ہو۔ صحابہؓ کرامؓ پر اس تصور سے بھی خشیت طاری ہو جاتی تھی کہ آپؐ کے کلام مبارک میں کوئی تغیر ہو یا کسی لفظ کا فرق واقع ہو، غرض ان کی پوری سعی یہی ہوتی تھی کہ بعینہ الفاظ نبوت کو یاد رکھیں اور اسی طرح روایت کریں جس طرح زبان مبارک

سے وہ کلمات ادا ہوئے ہیں یہی طریقہ بعد میں تابعین اور اتباع تابعین میں برقرار رہا۔ ان حضرات کو یہ گوارا نہیں تھا کہ حرف واؤ کی جگہ حرف ف منہ سے نکل جائے الفاظ وکلمات میں تغیر تو بہت دور کی بات ہے۔

سلف صالح اس معاملے میں اس حدیث کو دلیل بناتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا:

''اللہ اس شخص کا چہرہ تروتازہ رکھے جس نے حدیث سنی اور اس کو اسی طرح دوسروں تک پہنچا دیا جس طرح اس نے سنی تھی۔ ہو سکتا ہے جس کو حدیث کو پہنچائی گئی وہ سننے والے سے زیادہ اس کو سمجھنے والا ہو۔''

حدیث مذکور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حکم فرما دیا کہ ''حدیث کا سننے والا اسے دوسروں تک اسی طرح پہنچائے جس طرح اس نے سنی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء بن عازب کو ایک دعا کی تعلیم دی۔ پھر جب ان سے یہ دعا سنی تو انہوں نے ''نبی'' کی جگہ ''رسول'' کا لفظ کہا آپؐ نے تصحیح فرمائی اور فرمایا یہ کہو ''ونبیک الذی أرسلت'' یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ اگر الفاظ حدیث میں کوئی ردوبدل سنتے تو فوراً تصحیح فرماتے جیسے عبید بن عمر نے یہ حدیث بیان کی:

مثل المنافق كمثل الشاة الرابضة بين الغنمين

تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فوراً تنبیہ فرمائی اور کہا ''تمہارا ناس ہو اللہ کے رسول پر جھوٹ نہ باندھو، آپؐ نے اس طرح نہیں بلکہ اس طرح فرمایا تھا:

مثل المنافق كمثل الشاة العائرة بين الغنمين

یعنی آپؐ نے رابضہ کا لفظ نہیں کہا تھا بلکہ عائرۃ کا لفظ کہا تھا۔ حدیث کو بعینہ انہی الفاظ وکلمات کے ساتھ نقل کرنا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے روایت حدیث باللفظ کہلاتا ہے۔

روایتِ حدیث بالمعنیٰ:

روایت حدیث بالمعنیٰ سے مراد یہ ہے کہ بعض الفاظ حدیث کی بجائے ان کی مرادف دیگر الفاظ استعمال کر لینا۔ بعض علمائے حدیث کے نزدیک صحابۂ کرامؓ کے سوا کسی اور کے لئے روایت بالمعنیٰ جائز نہیں ہے جبکہ بعض دیگر علماء نے اجازت دی ہے بشرطیکہ راوی عربی زبان

سے بخوبی آشنا عربی زبان کے الفاظ وکلمات سے بخوبی واقف اور مترادفات بیان اور ان کے مفاہیم ومعانی پر کامل عبور رکھتا ہو۔ امام مالکؒ کے نزدیک غیر مرفوع حدیث کی روایت بالمعنیٰ جائز ہے مرفوع حدیث کی جائز نہیں ہے۔ روایت بالمعنیٰ کا تعلق صرف زبانی روایت سے ہے تحریری طور پر روایت بالمعنیٰ مطلقاً جائز نہیں ہے۔ احادیث کے کتب حدیث میں مدون ہو جانے کے بعد اب روایت بالمعنیٰ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

رواية الصحابة بعضهم عن بعض:

صحابۂ کرامؓ آپس میں ایک دوسرے سے علم حدیث اخذ کرتے اور اس کی روایت کرتے تھے اس امر کو علوم الحدیث میں مذکورہ تعبیر کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات رہے صحابۂ کرامؓ آپؐ کے ارشادات سنتے اور انہیں حفظ کرتے تھے اور اگر کوئی صحابی دنیاوی مصروفیات کی بنا پر کسی روز حضورؐ کی باتیں نہ سن پاتے تو ساتھیوں سے سنتے، آپس میں تدارس کرتے اور ایک دوسرے کو احادیث نبوی سنا کر ان کے حفظ کرنے کا اہتمام کرتے۔ رحلتِ نبویؐ کے بعد صحابۂ کرامؓ ایک دوسرے سے احادیث سنتے اور ان کو روایت کرتے چنانچہ بعض اسانید میں ابتدائی چار راوی صحابہ ہیں یعنی ایک صحابی نے دوسرے سے سنی اور دوسرے نے تیسرے سے یہاں تک کہ سند میں صحابۂ کرامؓ کی تعداد چار ہو گئی۔ اس کی مثال وہ حدیث ہے جو زہریؒ نے سائب بن یزید از حویطب بن عبدالعزی از عبداللہ السعدی از عمر بن الخطاب مرفوعاً روایت کی ہے کہ ''جو مال تمہارے پاس بغیر اشراف نفس اور بغیر سوال کئے ہوئے آئے اسے لے لو مگر اپنے نفس کو مال کی جستجو میں نہ لگاؤ۔''

رواية الصحابة عن التابعين عن الصحابة:

بعض اوقات یہ بھی ہوا کہ کسی صحابی نے کسی تابعی سے حدیث سن کر اس کو روایت کیا جبکہ تابعی نے یہ حدیث صحابی سے سنی تھی یہ روایت صحابی از تابعی از صحابی۔ خطیب بغدادی نے اس طرح کی اسانید سے مروی احادیث کو ایک مستقل تالیف میں جمع کیا ہے۔ بعض علماء نے اس طرح کی اسانید سے متعلق یہ تنقید کی ہے اسی طرح کی مرویات دراصل یا تو موقوف احادیث ہوتی ہے یا اسرائیلیات۔ مگر یہ رائے اس اطلاق کے ساتھ درست نہیں ہے بلکہ

حقیقت یہ ہے کہ بعض صحیح احادیث بھی اس طرح کی سند سے مروی ہیں کہ صحابی نے تابعی سے روایت کیا اور تابعی نے صحابی سے روایت کیا۔ جیسے سہل بن سعد ساعدی نے مروان بن حکم سے روایت کیا اور انہوں نے حضرت زید بن ثابت سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت لکھوائی: "لایستوی القاعدون" الحدیث اس حدیث کو امام بخاریؒ، ترمذیؒ اور نسائیؒ نے روایت کیا ہے۔ حافظ عراقی نے ایک مستقل تالیف میں اس طرز کی اسانید سے مروی بیس احادیث جمع کی ہیں۔

﴿ز﴾

زیادات الثقات:

زیادات کا لفظ زیادہ کی جمع ہے، جس کے معنی اضافہ کے ہیں، ثقات ثقہ کی جمع ہے، ثقہ ایسا راوی ہے جس میں عدل وضبط وغیرہ کے جملہ اوصاف موجود ہوں۔ بعض اوقات ایک حدیث متعدد ثقہ راویوں سے مروی ہوتی ہے اور ان میں ایک راوی کوئی لفظ یا کلمہ ایسا زیادہ روایت کرتا ہے جو دوسروں کے یہاں موجود نہیں ہے اسے زیادۃ الثقہ کہتے ہیں اور ایسی مرویات کو جن میں ثقہ راویوں نے بعض الفاظ وکلمات زیادہ روایت کئے ہوں زیادات الثقات کہا جاتا ہے یہ زیادتی بعض اوقات متن حدیث میں ہوتی ہے اور بعض اوقات سند میں، جیسے موقوف سند کو مرفوع روایت کرنا اور مرسل حدیث کو موصول روایت کرنا۔ متن میں زیادتی کی مثال وہ حدیث ہے جو امام مالکؒ از نافع از عبداللہ بن عمر روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے بعد زکوۃ الفطر کی ادائیگی ہر آزاد وغلام اور ہر مرد وعورت مسلمان پر لازم فرمائی۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے جملہ ثقہ راویوں میں صرف امام مالکؒ نے اس حدیث میں ''مسلمان'' کا لفظ روایت کیا ہے جبکہ عبیداللہ بن عمر اور ایوب وغیرہما نے یہ حدیث از نافع اور از ابن عمر بغیر ''مسلمان'' کے لفظ کے روایت کی ہے۔

زیادات علی الصحیحین:

صحاح ستہ کے مؤلفین نے اس امر کا التزام نہیں کیا کہ وہ تمام صحیح احادیث یکجا مدون کریں بلکہ ہر مؤلف نے احادیث منتخب کی ہیں اور اس انتخاب کے لئے ہر ایک نے ایک جدا معیار مقرر کیا ہے اس معیار کو علوم الحدیث میں شروط کہا جاتا ہے۔ امام بخاریؒ اور امام مسلم نے خود اس امر کی وضاحت کی ہے کہ انہوں نے اپنی تالیف میں تمام احادیث جمع نہیں کی ہیں۔ چنانچہ صحیحین کے علاوہ سنن اربعہ مؤطا مالک اور مسند امام احمد بن حنبل میں بکثرت ایسی صحیح احادیث

ہیں جو صحیح بخاریؒ اور صحیح مسلم میں نہیں ہیں بلکہ سنن اربعہ میں نہیں ہیں۔ احادیث کے وہ مؤلفات جن میں ایسی صحیح احادیث جمع کی گئی ہیں جو صحیح بخاریؒ اور مسلمؒ میں نہیں ہیں انہیں کتب الزوائد علی صحیحین کہتے ہیں اور ان کتب کی مرویات کو زیادات علی الصحیحین کہا جاتا ہے۔ ایسی تالیف جس میں مؤلف نے ایسی صحیح احادیث جمع کی ہوں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یا کسی ایک میں نہ ہوں لیکن یہ احادیث شیخین کی شروط کے مطابق ہوں ایسے مجموعے کو مستدرک کہا جاتا ہے جیسے حاکم کی مستدرک اور ایسی متعدد مؤلفات ہیں جن میں ان صحیح احادیث کو جمع کیا گیا ہے جو صحیحین میں نہیں ہیں یہ کتب الزوائد علی الصحیحین ہیں۔ (دیکھئے: مستدرک)

﴿س﴾

سابق ولاحق:

سابق وہ راوی ہے جو دوسرے راوی سے عمر میں مقدم ہو اور لاحق وہ ہے جو پہلے راوی سے عمر میں مؤخر ہو۔ اگر پہلے راوی نے دوسرے راوی سے حدیث سنی اور ان دونوں کی تاریخ وفات میں بعد پیدا ہو گیا تو یہ صورت سابق ولاحق کی ہے جیسے امام زہریؒ نے امام مالکؒ سے حدیث سنی پھر مالک سے احمد بن اسماعیل نے سنی اور ان دونوں کی وفات میں ایک سو پینتیس (۱۳۵) برس کا بعد ہے۔ کیونکہ زہریؒ نے ۱۲۴ھ میں وفات پائی اور احمد بن اسماعیل سہمی کی وفات ۲۵۹ھ میں ہوئی۔

وضاحت اس امر کی یہ ہے کہ زہری تابعی تھے اور امام مالک اتباع تابعین میں سے تھے۔ زہری امام مالک سے عمر میں بڑے تھے اور انہوں نے امام مالکؒ سے حدیث سنی جبکہ احمد بن اسماعیل سہمی نے امام مالکؒ سے سنی اور سہمی امام مالکؒ سے عمر میں کم ہیں۔ سہمی کی عمر تقریباً سو سال ہوئی بنابریں زہری اور سہمی کی وفات میں اس قدر فاصلہ پیدا ہو گیا۔

اس طرح امور کی معرفت علمائے حدیث کے یہاں بہت اہمیت کی حامل تھی اس لئے کہ اگر سند حدیث میں اس طرح کے راوی ہوں جن کی وفات کے درمیان اتنا فاصلہ ہو تو اس فن سے ناواقف شخص اس حدیث کو منقطع تصور کرے گا جبکہ فی الواقع منقطع نہ ہو۔ خطیب بغدادی کی اس موضوع پر ایک مستقل تصنیف ہے۔

سماع:

راوی جب اپنے شیخ سے حدیث اخذ کرتا ہے تو اسے تحمل حدیث کہتے ہیں، تحمل حدیث کے آٹھ طریقے ہیں جن میں سب سے اعلیٰ اور سب سے قوی طریقہ سماع ہے یعنی راوی کا اپنے شیخ سے بالمشافہ حدیث کا سننا۔ سماع کی بھی کئی صورتیں ہیں کہ شیخ تلمیذ کو حدیث سنائے اور املاء بھی کرا دے۔ یا املاء نہ کرائے صرف سنا دے۔ پھر یا اپنی یادداشت سے سنائے یا اپنے تحریری

مجموعے سے پڑھ کر سنائے۔ غرض یہ تمام صورتیں سماع کہلاتی ہیں۔ بعض علماء کی رائے میں سماع کی یہ صورت سب سے اعلیٰ ہے کہ شیخ حدیث سنائے اور تلمیذ اسے قلمبند کرے اور پھر بعد میں اپنی قلمبند کی ہوئی احادیث شیخ کو سنا کر تصحیح کرائے۔ (دیکھئے: تحمل حدیث واداء حدیث)

سندِ حدیث:

حدیث کے دو حصے ہوتے ہیں پہلا حصہ جو راویان حدیث کے ناموں پر مشتمل ہوتا ہے سند حدیث کہلاتا ہے اور دوسرا جو الفاظ حدیث پر مشتمل ہوتا ہے متن حدیث کہلاتا ہے۔ صحیح بخاری کی پہلی حدیث کی سند اس طرح ہے۔ از حمیدی از سفیان از یحییٰ بن سعید الانصاری از محمد بن ابراہیم تیمی از علقمۃ بن وقاص لیثی از عمر بن الخطابؓ۔ یہ سند حدیث ہے اور امام بخاریؒ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اس سند میں چھ راوی ہیں۔ اس سند کے بعد کلمات حدیث ہیں إنما الاعمال بالنيات. الحديث۔ یہ متن حدیث ہے۔ (دیکھئے: متن حدیث)

سنت:

سنت کے لفظی معنی سیرت کے ہیں اور ایسے طریقۂ محمود کے ہیں جسے کسی نے اختیار کیا ہو۔ احادیثِ نبویؐ میں سنت کا لفظ بکثرت وارد ہوا ہے۔ جیسے حدیث ہے "من سن في الاسلام سنة حسنة" "جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ قائم کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور بعد میں اس پر عمل کرنے والوں کو بھی اجر ملے گا، جبکہ عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ رواج دیا اس پر اس کا گناہ ہوگا اور بعد میں اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی ہو۔"

سنت کا لفظ اگر مطلق استعمال ہو تو اس کے معنی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام قولی اور فعلی احکام۔۔ اسی معنی میں کہا جاتا ہے کہ دلائل شریعت چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع اور قیاس۔ دراصل سنت کے معنی اس طریقہ اور اس اسوۂ حسنہ کے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں اختیار فرمایا جبکہ حدیث کا لفظ عام ہے اور ہر اس امر کو شامل ہے جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو۔ چنانچہ بعض محدثین نے حدیث اور

سنت کے الفاظ جدا جدا مفہوم میں استعمال کئے ہیں جیسے یہ کہنا کہ "یہ حدیث قیاس سنت اور اجماع کے مخالف ہے۔" اور عبدالرحمٰن مہدی کا یہ قول کہ "سفیان ثوری امام حدیث ہیں اوزاعی امام سنت ہیں حدیث کے نہیں ہیں اور مالک بن انس دونوں کے امام ہیں۔"

حقیقت یہ ہے کہ علماء اصول فقہاء اور محدثین نے سنت کے معنی مختلف نقطۂ نظر کے تحت بیان کئے ہیں۔ فقہاء کے نزدیک سنت ایسا دینی عمل ہے جو نہ فرض ہو اور نہ واجب۔ علماء اصول کے یہاں سنت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اعمال واقوال اور تقریرات ہیں جن سے احکام کا استنباط ہوتا ہو اور جو انسان کی عملی زندگی کے لئے راہنمائی اور دستور حیات فراہم کرتے ہوں۔

محدثین کے نزدیک سنت کا لفظ عام ہے اور ہر اس بات کو شامل ہے جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہو۔ غرض حیات طیبہ سے متعلق جملہ امور مثلاً آپ کے اقوال وافعال آپ کی عاداتِ طیبہ اور اخلاقِ حسنہ سیرت ومغازی زمانۂ نبوتؐ سے قبل کے واقعات واحوال سنت میں داخل ہیں۔ اس لحاظ سے سنت اور حدیث کے الفاظ باہم مترادف ہیں۔

سننِ اربعہ:

کتاب السنن حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیث کو ابواب فقہیہ کے تحت مرتب کیا گیا ہو۔ یہ چار ہیں: سنن الترمذی، سنن ابوداؤد، سنن النسائی اور سنن ابن ماجہ۔

(دیکھئے: صحاح ستہ)

﴿ش﴾

شاذ:

امام شافعیؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے شاذ کی تعریف کی ہے کہ ’’ثقہ راوی کی مروی ایسی حدیث جس کے الفاظ دوسرے راویوں سے مختلف ہوں۔‘‘ یعنی شاذ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ایک راوی دوسرے راویوں کی روایت کے برخلاف روایت کرے۔ لیکن اگر ثقہ راوی ایسی حدیث روایت کرے جسے کسی اور نے روایت نہ کیا ہو تو اگر وہ راوی عادل ضابط اور حافظ ہے تو اس کی روایت مقبول ہوگی۔

امام شافعیؒ کے بعد محدثین کے درمیان اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ ’’شاذ ایسی حدیث ہے جسے ایک مقبول راوی اپنے سے اولیٰ رواۃ کے مخالف روایت کرے۔‘‘ گویا شاذ کی دو شرط ہیں تفرد اور مخالفت۔ یعنی شاذ راوی کا منفرد ہونا اور اپنے اولیٰ تر راوی کے مخالف روایت کرنا۔ اگر صرف تفرد ہو اور مخالفت نہ ہو تو یہ حدیث صحیح ہوگی۔

شاذ کی مثال وہ حدیث ہے جو امام ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے براویت عبدالواحد بن زیاد از اعمش از ابوصالح از ابوہریرۃؓ مرفوعاً روایت کی ہے کہ ’’تم میں سے کوئی جب فجر کی دو رکعتیں پڑھ لے تو دائیں کروٹ پر لیٹ جائے۔‘‘ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں عبدالواحد نے متعدد راویان حدیث کی مخالفت کی ہے کیونکہ تمام راوی اس حدیث کو عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طور پر بیان کرتے ہیں، جبکہ عبدالواحد نے اسے حکم بنا دیا۔

شاہد:

محدثینِ کرامؒ حدیث کے جملہ پہلوؤں کا بدقت نظر جائزہ لیتے ہیں اور راویانِ حدیث کے بارے میں مکمل بصیرت حاصل کرتے ہیں چنانچہ اگر حدیث کا راوی منفرد (ایک) ہو تو علمائے حدیث اس روایت کا بنظر غائر جائزہ لیتے ہیں کہ راوی سے لیکر سند کے آخر تک کوئی اور سند ایسی موجود ہے جس سے اس حدیث کی تائید و توثیق ہوتی ہو اور کیا کوئی اور راوی ایسا بھی

موجود ہے جو اس حدیث کو لفظاً یا معنیً روایت کرتا ہے۔ اس بحث و تحقیق کو سبر کہا جاتا ہے اگر کوئی راوی ایسا ہے جو سند کے کسی مرحلے پر پہلے راوی کے ساتھ شریک ہوا ہے تو یہ متابعت ہے اگر راوی کے ساتھ شریک ہے تو متابعت تامہ ہے اور اگر راوی کے شیخ یا شیخ کے شیخ کے ساتھ شریک ہوا تو یہ متابعت قاصرہ ہے اور اگر سند کے کسی حصہ میں کوئی راوی شریک نہیں ہے لیکن اس روایت کے ہم معنیٰ دوسری روایت موجود ہے تو اس ہم معنیٰ روایت کو شاہد کہا جاتا ہے، جس کی جمع شواہد ہے۔ (دیکھئے: متابعت)

شذوذ:

ایک راوی ثقہ کا دوسرے ثقہ روایوں کے برخلاف روایت کرنا شذوذ ہے۔

(دیکھئے: شاذ)

شیخ:

محدث، حدیث کی تعلیم دینے والا، حدیث کو بیان کرنے والا۔ جمع شیوخ۔

﴿ص﴾

صالح:

جمہور محدثین کے نزدیک صالح حدیث، حسن حدیث کے مترادف ہے۔ امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے اپنی سنن میں کوئی حدیث ایسی روایت کی ہے جس میں وھن شدید (زیادہ ضعف) ہے تو اسے میں نے بیان کردیا ہے اور جو بیان نہیں کیا وہ صالح ہے۔

(دیکھئے: جید قوی)

صحابی:

صحابی وہ ہے جس نے حالت اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور حالت اسلام میں انتقال ہوا۔ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق، خواتین میں حضرت خدیجہ، موالی میں زید بن حارثہ اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی ہیں جنہوں نے پہلی صدی ہجری کے اختتام پر انتقال کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ عادل ہیں ان کی عدالت خود قرآن اور سنت سے ثابت ہے۔ صحابۂ کرامؓ کی تعداد ابوزرعہ رازی کے قول کے مطابق ایک لاکھ سے متجاوز ہے محدثین نے انہیں مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ ابن سعد نے صحابہ کو پانچ طبقات میں جبکہ علامہ ابن حجرؒ عسقلانی نے بارہ طبقات میں تقسیم کیا ہے جو یہ ہیں:

۱:...... سابقین اسلام جو مکہ مکرمہ میں اسلام لائے جیسے عشرہ مبشرہ حضرت خدیجہؓ اور بلالؓ

۲:...... اصحاب دارالندوہ جو حضرت عمرؓ کے اسلام کے بعد اسلام لائے۔

۳:...... ۵ھ نبوی میں جنہوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی یہ گیارہ مرد اور چار خواتین تھیں۔

۴:...... بیعت عقبہ اولی کے شرکاء جن میں بارہ انصاری صحابہ تھے۔

۵:...... بیعت عقبہ ثانیہ کے شرکاء جو ۷۰ انصاری صحابہ تھے اور ان کے ساتھ دو خواتین تھیں۔

۶:...... وہ صحابہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبا پہنچنے سے پہلے مدینہ منورہ ہجرت کرچکے تھے۔

۷:...... بدری صحابہ جن کی تعداد تین سو سے زائد تھی۔

۸:...... بدر اور حدیبیہ کے درمیان ہجرت کرنے والے صحابہ۔

۹:...... بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ۔

۱۰:...... حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے ہجرت کرنے والے صحابہ۔

۱۱:...... فتح مکہ کے وقت اسلام لانے والے جن کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔

۱۲:...... بچے جنہوں نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔

صحابۂ کرامؓ کے بارے میں حسب ذیل مصنفات بہت اہم ہیں۔

۱:...... ابن حجر عسقلانی کی **الاصابة فی تمییز الصحابة**

۲:...... ابن اثیر کی **اسد الغابة فی معرفة الصحابة**

۳:...... ابن عبدالبر کی **الاستیعاب فی أسماء الأصحاب**

صحاح ستہ:

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد حدوشمار سے ماورا ہے، امام احمد بن حنبلؒ نے ساڑھے سات لاکھ احادیث کے ذخیرے سے اپنی مسند کا انتخاب کیا ہے مگر اس میں چالیس ہزار سے کم احادیث ہیں۔ علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب جمع الجوامع میں جملہ احادیث کو جمع کرنا چاہا چنانچہ انہوں نے ایک لاکھ احادیث جمع کیں اور ان کی وفات ہوگئی، ان کا کہنا تھا کہ احادیث نبوی کی تعداد دو لاکھ سے متزاد ہے۔

مختلف ادوار میں محدثین نے احادیث کے مجموعے تیار کئے اور اپنی مؤلفات میں مختلف اسالیب تدوین وتالیف اختیار کئے۔ جس کی بنا پر حدیث کی مؤلفات کی متعدد انواع بن گئیں۔ جیسے صحاح، جوامع، مسانید، معاجم، مستدرکات، مستخرجات اور اجزاء۔

کتب صحاح میں سے چھ کتابیں صحت کے اعلیٰ درجہ پر ہیں اور بنابریں انہیں امت مسلمہ میں قبول عام حاصل ہوا ہے، ان کتب کا اجمالی تذکرہ حسب ذیل ہے:

۱: صحیح البخاری:

صحیح بخاری سب سے پہلی تالیف ہے، جس میں صرف صحیح احادیث کے جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا، اور امت میں اسے قبول عام حاصل ہوا اور اَصح الکتب بعد کتاب اللہ کا درجہ حاصل ہوا۔ اس کتاب میں مکررات کے ساتھ ۹۰۸۲ احادیث ہیں۔ امام بخاریؒ کا پورا نام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری ہے۔ ۱۹۴ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے اس وقت کے تمام شیوخ سے علم حاصل کیا اور حدیث میں حفظ واتقان کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوئے ۲۵۶ھ میں سمرقند میں انتقال فرمایا۔ آپ نے اپنی صحیح میں ایسی احادیث جمع کی ہیں جو صحت کے اعلیٰ درجہ پر ہیں اور ان کے تمام راوی حفظ واتقان اور عدالت کے اعلیٰ درجہ پر ہیں اور جملہ راویان حدیث نہ صرف یہ کہ معاصر ہیں بلکہ ان کی باہمی ملاقات بھی ثابت ہے۔ امام بخاریؒ نے ہر حدیث دو رکعت نفل ادا کر کے قلمبند کی ہے اور آپ کی صحیح آپ کے ہم عصر لوگوں میں سے نوے ہزار طالبان حدیث نے سنی۔ صحیح بخاری کی متعدد شروح ہیں جن میں سب سے اہم شرح علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی شرح فتح الباری ہے۔

۲: صحیح مسلم:

صحاح ستہ میں صحیح مسلم کا درجہ صحیح بخاری کے بعد ہے۔ اس کے مؤلف کا پورا نام مسلم بن حجاج قشیری ہے جو ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ امام مسلم نے امام بخاری اور امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور اپنے دور کے متعدد محدثین سے علم حدیث حاصل کیا۔

صحیح مسلم میں بغیر مکررات کے احادیث کی تعداد ۳۰۳۰ اور مکررات کے ساتھ دس ہزار ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیحین کہلاتی ہیں، ان دونوں کتابوں میں التزام کیا گیا ہے کہ صرف صحیح احادیث روایت کی جائیں لیکن یہ نہیں ہے کہ تمام صحیح احادیث ان دونوں کتابوں میں آ گئی ہیں بلکہ دیگر کتب حدیث میں ایسی صحیح احادیث بکثرت موجود ہیں جو صحیحین میں نہیں ہیں۔ البتہ صحاح ستہ میں صحیح احادیث کا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا کتب ستہ کے علاوہ صحیح احادیث سنن اور مسانید کے دیگر مؤلفات میں ملتی ہیں۔

۳: سنن ابی داؤد:

امام ابوداؤد کے پورا نام امام سلیمان بن اشعث بن اسحاق بجستانی ہے آپ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۵ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کی کتاب السنن میں احادیث ابواب فقہیہ کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہیں مکررات کے ساتھ احادیث کی تعداد ۵۲۷۴ ہے اور بغیر مکررات ۴۸۰۰ ہے۔

۴: سنن الترمذی:

سنن الترمذی کے مصنف امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی ہیں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۹ھ میں انتقال کیا۔ امام ترمذی حافظ حدیث تھے اور زہد و تقویٰ اور ورع میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ امام ترمذی نے اپنی اس تالیف میں صحیح اور حسن احادیث جمع کی ہیں اور ضعیف احادیث کے ضعف اور علت کو بیان کیا ہے اور جابجا استنباط احکام کیا ہے۔ غرض سنن ترمذی ایسے علمی نکات اور قواعد فقہیہ پر مشتمل ہے جو دوسری کتب حدیث میں موجود نہیں ہے۔ ترمذی کی متعدد شروح ہیں جن میں ایک ممتاز شرح شیخ اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ کی الطیب الشذی ہے۔

۵: سنن النسائی:

اس کتاب کے مؤلف کا نام شیخ الاسلام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی ہے۔ ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ حدیث کے حفظ واتقان میں منفرد مقام کے حامل تھے۔ آپ کی سنن صحیح حسن اور ضعیف احادیث پر مشتمل ہے اور احادیث ابواب فقہیہ پر مرتب کی گئی ہیں۔ امام نسائی نے اولاً السنن الکبریٰ تصنیف کی بعد ازاں السنن الصغریٰ تصنیف کی جس کا نام المجتبیٰ رکھا یہ ۵۷۶۱ احادیث پر مشتمل ہے۔

۶: سنن ابن ماجہ:

سنن ابن ماجہ کے مؤلف حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی ہیں آپ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔ ہم عصر علماء سے حدیث کا علم حاصل کیا اور حفظ حدیث کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوئے۔ سنن ابن ماجہ میں صحیح حسن ضعیف احادیث ہیں اس کتاب میں

۴۳۴۱ احادیث ہیں جن میں سے ۳۰۰۲ ایسی احادیث ہیں جو کتب خمسہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی وسنن نسائی) میں بھی آئی ہیں۔ ۱۳۳۹ احادیث زوائد علی الکتب الخمسہ ہیں۔

صحت اسناد:

صحت اسناد کے معنی ہیں سند حدیث کا صحیح ہونا یعنی سند کا شذوذ اور تدلیس اور علت سے پاک ہونا۔ (دیکھئے: سند ومتن)

صحتِ حدیث:

اگر سند حدیث صحیح اور متصل ہو اور اس کے تمام راوی عادل اور ضابط ہوں اور حدیث میں کوئی شذوذ یا علت موجود نہ ہو تو وہ حدیث صحیح کہلاتی ہے۔ بکثرت احادیث ایسی ہیں جن کی صحت کی ائمہ حدیث نے تصریح کردی ہے۔ لیکن بعض احادیث ایسی ہیں جن کی صحت کی ائمہ حدیث نے تصریح نہیں کی ہے، تو کیا ان احادیث کے بارے میں صحت یا عدم صحت کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ابن الصلاح فرماتے ہیں کہ ہمیں ائمہ سابقین کی رائے پر اعتماد کرنا چاہئے اور خود صحت وعدم صحت کے فیصلے سے احتراز کرنا چاہئے جبکہ نووی اور سیوطی کی رائے ہے کہ اگر بعد کے محدث کو رجال کی معرفت کلی حاصل ہو تو وہ صحت اور عدم صحت کے بارے میں رائے دے سکتا ہے۔

صحیح:

صحیح حدیث سے مراد ایسی حدیث ہے جو شذوذ اور علت سے پاک ہو۔ ابن الصلاح نے صحیح حدیث کی یہ تعریف کی ہے کہ "ایسی حدیث جس کی سند متصل ہو اور عادل وضابط راوی نے عادل وضابط راوی سے نقل کیا ہو اور آخر تک ہر راوی اسی درجہ کا ہو اور حدیث شذوذ اور علت سے پاک ہو۔" اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی صحت کی پانچ شرائط ہیں۔

۱:...... اتصال سند: یعنی آخری راوی حدیث سے لیکر اولین راوی تک سند کا سلسلہ متصل ہو کہ فلاں نے فلاں سے یہ حدیث اخذ کی اور درمیان میں کہیں یہ سلسلہ منقطع نہ ہو۔

۲:...... جملہ راوی عادل ہوں: حدیث کی سند کا ہر راوی عادل ہو یعنی وہ مسلمان بالغ ہو اور

عاقل ہو، فسق سے پاک ہو کہ کبھی اس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کیا ہو اور گناہ صغیرہ پر مصر نہ ہو با اخلاق مہذب وشائستہ ہو اور ایسے تمام امور سے اجتناب کرتا ہو جن کو معاشرے میں گراوٹ سمجھا جاتا ہو۔ غرض عدل کے معنی ہیں استقامت فی الدین سے ایسا طبعی ملکہ پیدا ہو جانا کہ تقویٰ اور پرہیزگاری اس کی طبیعت ثانیہ بن جائے اور اس کی سیرت وکردار ایسی مثالی ہو جائے کہ لوگوں کو اس کی بات پر مکمل اعتماد اور پورا وثوق حاصل ہو جائے۔ تقویٰ سے مراد احکام شریعت کی اتباع اور ممانعتوں سے اجتناب اور ایسے مباح امور سے اجتناب جو اخلاق ومروت کے خلاف ہوں مثلاً بازار میں کھانا۔

۳:...... سند کے تمام راوی ضابط ہوں۔ ضبط کے معنی ہیں تحمل حدیث کے وقت راوی حدیث کو بخوبی سمجھ کر اچھی طرح حفظ کرے اور ادائے حدیث کے وقت تک اسی طرح حفظ رکھے تاکہ جس وقت روایت کرے مکمل حفظ واتقان کے ساتھ روایت کرے۔ ضبط کے کئی درجات ہیں صحت حدیث کے لئے ضروری ہے کہ سند کا ہر راوی ضبط حدیث کے اعلیٰ درجہ کا حامل ہو اگر کوئی راوی اس اعلیٰ درجہ سے کم ہو کر دوسرے درجہ کا ہو تو حدیث صحیح کے بجائے حسن کہلائے گی اور اگر اور کم ہو کر تیسرے درجہ کا ہو تو حدیث ضعیف ہوگی۔

۴:...... حدیث شذوذ سے پاک ہو۔ شذوذ یہ ہے کہ ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کے برخلاف روایت کرے۔

۵:...... حدیث ہر علت سے پاک ہو۔ علل حدیث بکثرت ہیں مثلاً حدیث کی سند متصل ہو راوی اسے مرسلاً روایت کرے یا منقطع ہو اسے متصل بنائے یا موقوف ہو اور اس کو مرفوع کی طرح بیان کرے۔

صحیح لذاتہ:

صحیح کی دو قسمیں ہیں، صحیح لذاتہ اور صحیح لغیرہ۔ صحیح لذاتہ وہ حدیث ہے جس کی سند کے تمام راوی ضبط حدیث میں اعلیٰ درجہ کے ہوں گویا صحیح لذاتہ میں شرط یہ ہے کہ تمام راویانِ حدیث ضبط کے اعلیٰ درجہ پر ہوں اور ان کو تحملِ حدیث کے وقت سے اداءِ حدیث کے وقت تک حفظ تام حاصل ہو۔

صحیح لغیرہ:

صحیح لغیرہ ایسی حدیث ہے جس کے راویوں میں سے کوئی راوی تام الضبط نہ ہو کیونکہ ضبط کے مختلف درجات ہیں بعض راوی ضبط کے اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جو صحیح لذاتہ کی شرط ہے۔ جبکہ صحیح لغیرہ میں کوئی ایک راوی ضبط کے اس اعلیٰ درجہ سے کم ہوتا ہے، مگر اس حدیث کے بعض مؤیدات موجود ہوتے ہیں جن سے حدیث کی توثیق ہوجاتی ہے مثلاً یہ کہ یہ حدیث کسی اور سند سے بھی مروی ہو جو اس سند کے درجے کی ہو یا اس سے اعلیٰ تر درجے کی ہو، یا علماء حدیث کے نزدیک یہ حدیث مقبول ہو یا کتاب اللہ کی کسی آیت کے مفہوم کے مطابق ہو۔ غرض صحیح لغیرہ وہ ہے جس کی سند میں کوئی راوی تام الضبط نہ ہو لیکن حدیث کی کوئی خارجی تائید حاصل ہو جس سے اس حدیث کی توثیق ہوجائے۔

﴿ض﴾

ضبط:

ضبط کے معنی کسی شئے کو محفوظ کرنے کے ہیں جبکہ علوم الحدیث میں ضبط کے معنی ہیں کہ راوی تحمل کے وقت سے حدیث کو بخوبی سمجھ کر محفوظ کرلے اور اس طرح محفوظ کرلے کہ اس کے الفاظ وعبارات میں کسی قسم کا شبہ یا تردد نہ رہے۔ ضبط کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ضبط صدر کے معنی ہیں حدیث کے معانی ومفاہیم بخوبی ذہن نشین کرکے اسے اچھی طرح یاد کرلینا ایسا اتقان پیدا کرلینا کہ جب اس حدیث کو روایت کرے اس کے الفاظ وعبارات میں کسی طرح کا شک اور تردد واقع نہ ہو۔ (۲) ضبط کتاب سے مراد ہے حدیث کا بخوبی سمجھ کر اپنے پاس لکھ لینا اور لکھ لینے کے بعد اس تحریر کی حفاظت کرنا کہ اس میں کسی طرح کا تغیر وتبدل واقع نہ ہو۔

ضعفاء:

ضعفاء ضعیف کی جمع ہے۔ محدثین کرام نے راوی کے اوصاف مقرر کیے ہیں کہ وہ عادل وضابط ہو اور صاحب اتقان ہو، ضروری ہے کہ یہ اوصاف بکمال ہر راوی میں موجود ہوں ایسا راوی ثقہ کہلاتا ہے اور اگر ان اوصاف میں سے کسی وصف میں کمی ہو تو ایسا راوی ضعیف کہلاتا ہے۔ محدثین نے ضعیف راویوں کے بیان میں مستقل تالیفات کی ہیں جیسا کہ امام بخاریؒ، نسائیؒ اور دار قطنی کی مؤلفات ہیں۔

ضعیف حدیث:

ضعیف حدیث ایسی حدیث ہے جس میں صحیح اور حسن کے اوصاف موجود نہ ہوں۔ حدیث ضعیف کی متعدد انواع ہیں، ابن الصلاح نے بیالیس ذکر کی ہیں اور بعض علماء نے سو سے زائد بتائی ہیں۔ حدیث ضعیف کی انواع میں سے چند یہ ہیں: مرسل، منقطع، معضل، معلل اور موقوف۔

﴿ط﴾

طبقات:

طبقات طبقہ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں لوگوں کی ایسی جماعت جو عمر میں، عصر میں اور مقام میں مساوی ہوں۔ یہاں طبقات سے مراد راویانِ حدیث کے طبقات ہیں۔ پہلے مرحلے پر راویانِ حدیث کے تین طبقات ہیں صحابۂ کرامؓ، تابعین اور اتباع تابعین۔ ان تین طبقات قائم کرنے کی اساس یہ فرمانِ نبویؐ ہے۔ ''سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ جو بعد میں آئیں گے اور پھر وہ لوگ جو بعد میں آئیں گے۔'' ازاں بعد محدثین نے ان تین طبقات کو متعدد طبقوں میں تقسیم کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے جملہ راویانِ حدیث کو بارہ طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱:...... جملہ صحابۂ کرامؓ۔

۲:...... کبار تابعین جیسے حضرت سعید بن المسیب۔

۳:...... تابعین کا درمیانی طبقہ جیسے حسن اور ابن سیرین۔

۴:...... درمیانی طبقہ سے متصل تابعین جیسے زہری اور قتادہ۔

۵:...... صغار تابعین جیسے اعمش۔

۶:...... صغار تابعین سے ملحق وہ رواۃ جن کی صحابہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے جیسے ابن جریج۔

۷:...... کبار اتباع تابعین جیسے مالک بن انس اور سفیان ثوری۔

۸:...... اتباع تابعین کا درمیانی طبقہ جیسے ابن عیینہ اور ابن علیہ۔

۹:...... اتباع ۔بعین کا طبقۂ صغریٰ جیسے ابوداؤد طیالسی اور امام شافعیؒ

۱۰:...... کبار اتباع تابعین سے علم حدیث اخذ کرنے والے جن کی تابعین سے ملاقات نہیں ہوئی۔ جیسے احمد بن حنبلؒ۔

۱۱:...... کبار اتباع تابعین سے علم حدیث اخذ کرنے والوں کا درمیانی طبقہ جیسے ذہلی اور بخاری۔

۱۲:...... اتباع تابعین سے علم حدیث اخذ کرنے والوں کا آخری طبقہ جیسے ترمذی۔

(دیکھئے: طبقۂ صحابہ، تابعین، اتباع تابعین)

طبقۂ صحابہ:

صحابہ، صحابی کی جمع ہے صحابی وہ ہے جس نے حالت اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور حالت اسلام میں انتقال ہوا۔ صحابۂ کرامؓ فضائل و مناقب اور سبقت اسلام میں باہم متفاوت ہیں چنانچہ انہیں ان کے مراتب کے اعتبار سے متعدد طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ابن سعد نے پانچ طبقات قائم کئے ہیں اور حاکم نے انہیں بارہ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ (دیکھئے: صحابی)

طبقۂ تابعین:

تابعی وہ ہے جس کی کسی صحابی سے ملاقات ہوئی ہو۔ صحابۂ کرامؓ کے بعد تابعین کا مرتبہ اور ان کا مقام بہت بلند ہے اور قرآن و سنت میں ان کی مدح بیان ہوئی ہے۔ حاکم نے تابعین کو پندرہ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ تابعین کا دور ۱۵۰ھ کے قریب ختم ہوتا ہے۔

(دیکھئے: تابعی)

طبقۂ اتباع التابعین:

تابع التابعی وہ ہے جس نے کسی تابعی سے ملاقات کی ہو۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اتباع تابعین میں سے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں۔ اتباع تابعین کا دور ۲۲۰ھ کے قریب ختم ہوتا ہے۔

﴿ع﴾

عبادلہ اربعہ:

بعض صحابۂ کرامؓ علم وفضل میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے جن میں عبادلۂ اربعہ مشہور ہیں یعنی چار ایسے صحابۂ کرامؓ جن کے نام عبداللہ تھے۔ ان صحابۂ کرامؓ کے اسماء گرامی یہ ہیں: عبداللہ بن عمر بن الخطاب، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم اجمعین) اگر کسی مسئلے میں یہ چاروں اصحاب متفق ہوں تو کہا جاتا ہے کہ اس مسئلے میں عبادلہ اربعہ متفق ہیں۔

عدالت:

عدل کے معنی استقامت فی الدین کے ہیں فی الحقیقت عدالت ایک ملکہ ہے جو زندگی بھر اوامر شریعت پر عمل کرنے منہیات سے مجتنب رہنے اور صدق وصفا اور زہد وتقویٰ پر کاربند رہنے اور اخلاق فاضلہ کے اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے جس شخص میں یہ ملکہ پیدا ہوجائے وہ عدل یا عادل ہے اور ضروری ہے کہ ہر راوی حدیث عادل ہو کیونکہ اگر راوی حدیث میں عدل کا یہ وصف موجود ہے تو اس کے بارے میں جھوٹ کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ دو جید علمائے حدیث کی توثیق سے راوی کی عدالت ثابت ہوجاتی ہے جبکہ بعض راویان حدیث ایسے بھی ہیں جن کی مدح وثنا علمائے حدیث کی ایک بڑی تعداد کرتی ہے مثلاً امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ۔

عدالتِ صحابہؓ:

صحابۂ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اور ساتھی تھے۔ نظر نبوت نے ان میں ایسی جلاء اور روشنی پیدا کردی تھی کہ وہ تمام انسانیت کے بہترین افراد بن گئے تھے وہ صدق و صفا کے پیکر، امانت ودیانت کا منتہا اور علم وعمل کا وجود مجسم تھے۔ قرآن کریم نے ان کی ستائش کی اور فرمایا کہ ''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد

مواقع پر اپنے اصحاب کی تعریف فرمائی اور امت کو ہمیشہ کے لئے ان کی شان میں کسی طرح کی گستاخی اور بے ادبی سے منع فرمادیا۔ ان امور سے ثابت ہوا کہ صحابۂ کرامؓ تمام کے تمام عادل ہیں اور عدل کے اعلیٰ ترین مقام پر سرفراز ہیں بنابریں انہوں نے نبوت ورسالت سے جو علم اخذ کرکے امت کو پہنچایا وہ برحق ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

عَرض:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سن کر لکھ لیتے اور پھر لکھی ہوئی احادیث آپ کو سناتے اور آپ کے سامنے پیش کرتے۔ یعنی تلمیذ کا اپنے شیخ سے حدیث اخذ کرکے اسے سنانا یا لکھی ہوئی صورت میں تصحیح کے لئے اسے دکھانا عرض ہے۔ (دیکھئے: قراءۃ علی الشیخ)

عزیز:

سلسلۂ سند میں اگر کسی مقام پر دو راوی ہوں تو ایسی روایت عزیز کہلاتی ہے۔ یعنی سلسلۂ سند میں کہیں دو سے کم روایت کرنے والے نہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث: ''تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کو اس کے والد، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔'' عزیز ہے کیونکہ اس کی سند میں طبقۂ صحابہ میں حضرت انسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ اور تابعین میں قتادہ اور عبدالعزیز ہیں۔ اور بعد ازاں قتادہ سے بھی روایت کرنے والے دو ہیں شعبہ اور سعید اور عبدالعزیز سے بھی روایت کرنے والے دو ہیں اسماعیل بن علیہ اور عبدالوارث، بعد ازاں اس حدیث کو راویانِ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے نقل کیا ہے۔

عَقل:

عقل کے لغوی معنی روکنے والی شئے کے ہیں اور یہ انسان میں ایک ایسا شعور ہے جس کی مدد سے انسان اشیاء کی حقیقت سے واقف ہوسکتا ہے۔ عاقل ہونا راوی کی شرط میں سے ایک شرط ہے تاکہ وہ اخذ حدیث کے وقت اسے صحیح طور پر سمجھ کر یاد رکھ سکے اور جب روایت کرے تو اس وقت پورے شعور اور احساس ذمہ داری کے ساتھ روایت کرے۔

علت:

علت کے معنی مرض کے ہیں، جبکہ علوم الحدیث میں علت ایسے مخفی سبب کو کہتے ہیں جو بظاہر محسوس نہ ہوتا ہو لیکن حدیث کی صحت پر کسی نہ کسی طرح اثر انداز ہوتا ہو۔ اور ایک دقیق نظر رکھنے والا ماہر فن حدیث اس کا ادراک کر سکتا ہو۔ علت کی جمع علل ہے اور علل الحدیث ایک بہت دقیق فن ہے اور جس کی معرفت صرف ان جلیل القدر محدثین کو حاصل ہوتی ہے جو قوت حافظہ میں بے مثال ہوں ان کی نظر احادیث کے تمام ذخیرے پر ہو اور فن حدیث میں مہارت تامہ کے ساتھ فہم سلیم اور نظر ثاقب رکھتے ہوں۔ اس فن کے جاننے والے امام بخاریؒ، امام احمدؒ اور دار قطنیؒ جیسے درجہ اور مقام کے لوگ ہیں۔

علت بعض اوقات متن حدیث میں بھی ہوتی ہے لیکن بیشتر اوقات سند حدیث میں ہوتی ہے جیسے مشہور حدیث ہے "البیعان بالخیار" اس حدیث کی سند ہے یعلی بن عبید از ثوری از عمرو بن دینار از ابن عمرؓ مرفوعاً۔ لیکن اس سند میں یعلی بن عبید کو وہم لاحق ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن دینار کی بجائے عمرو بن دینار کا نام لے دیا۔ اگرچہ دونوں راوی ثقہ ہیں لیکن بہر حال ایک راوی کی جگہ دوسرے کا نام لینا سند کا ایک سقم (علت) ہے۔ جس کا بیان اور توضیح ضروری ہے۔ اس موضوع پر وقیع ترین تصنیف علی بن المدینی شیخ البخاریؒ کی کتاب العلل ہے۔ (دیکھئے: علم علل الحدیث)

علم جرح وتعدیل:

خبر کی صحت کے جاننے کے لئے خبر دینے والے کے صادق ہونے کی معرفت ضروری ہے، اگر خبر دینے والا سچا ہے تو اس کی خبر بھی سچی ہے۔ اسی اصول کے تحت راویان حدیث کے بارے میں معلومات جمع کی گئیں تاکہ دیانت و امانت میں ان کا رتبہ اور حفظ حدیث میں ان کا مقام معلوم ہو سکے۔ اور یہ معلوم ہو سکے کہ انہوں نے کس حد تک حدیث کو یاد رکھا اور اس کو باہتمام صدق اور بکمال دیانت اگلوں تک پہنچایا۔ راویان حدیث کے بارے میں ان کی زندگی کے ہر پہلو کو جاننے اور پرکھنے کی کوششیں کی گئی ہیں تاکہ ان راویوں کا حال معلوم ہو جائے جو عدالت و دیانت اور امانت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں اور حفظ حدیث میں اعلیٰ

مقام کے حامل ہیں، اور ان راویوں کا بھی علم ہو جائے جو عدل وضبط کے اعلیٰ معیار کے حامل نہیں ہیں۔

یہ ایک مستقل علم ہے اور اس کا نام علم جرح وتعدیل ہے۔ محدثین نے جرح وتعدیل کے متعدد کلمات و الفاظ وضع کئے ہیں ایسے الفاظ و کلمات جن سے معلوم ہو کہ راوی مقررہ اوصاف کا پوری طرح حامل نہیں ہے بلکہ اس میں ان اوصاف کے اعتبار کسی درجہ میں کمی ہے تو یہ کلمات جرح کہلاتے ہیں اور ایسے الفاظ جن سے راوی کے صدق و دیانت اور تقویٰ و امانت اور ان اوصاف کی نشاندہی ہوتی ہو جو راوی کے لئے لازمی قرار دیئے گئے ہیں ایسے الفاظ کلمات تعدیل کہلاتے ہیں۔ غرض فن جرح و تعدیل کے ذریعے تمام راویانِ حدیث کے بارے میں معلوم ہو جاتا ہے کہ کس راوی کا کیا مقام ہے اور مقررہ اوصاف کے اعتبار سے وہ کس درجہ پر ہے۔ عصر اول میں صحابہ کرام تثبت حدیث پر اکتفاء کیا کرتے تھے کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں اور ان کی عدالت قرآن وسنت سے ثابت ہے لیکن جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد فتنوں نے سر اٹھایا تو صحابہؓ کرامؓ اور تابعین بالالتزام اسناد طلب کرنے لگے اور رواۃ کے بارے میں تفتیش کرنے لگے۔ چنانچہ محمد بن سیرین نے فرمایا کہ "ہم ابتداء میں اسناد کے بارے میں نہیں پوچھا کرتے تھے لیکن جب فتنہ نے سر اٹھایا تو ہم کہتے کہ راوی کا نام بتاؤ"

فن جرح وتعدیل میں بڑی عظیم تصانیف مرتب ہوئی ہیں جن میں سے امام بخاریؒ کی کتاب الضعفاء الکبیر بہت اہم ہے۔

علم رجال الحدیث:

راویان حدیث کے حالات زندگی کی اس حیثیت سے معرفت کہ وہ حدیث کے راوی ہیں، علم رجال الحدیث یا تاریخ رواۃ الحدیث کہلاتا ہے۔ اس علم کے ذریعے راوی کے بارے میں ان تمام باتوں کا علم حاصل ہوتا ہے جن کا کسی نہ کسی حیثیت سے روایت حدیث سے تعلق ہو، یعنی راوی کی تاریخ پیدائش ووفات، اس کے اساتذہ اور تلامذہ اس کی رحلت علمی کے حالات، اس کی اخذ حدیث کی کیفیات اور اس کے حفظ وضبط حدیث کے معیار سے متعلق جملہ معلومات اس علم کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں۔ اس علم کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ راوی حافظ اور متقن اور عادل ہے اس لئے اس کی حدیث قابل قبول ہے اور اسی سے حدیث کی

صحت اور عدمِ صحت کا علم حاصل ہوتا ہے، اس علم سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ فلاں راوی دوسرے راوی کے زمانے میں موجود تھا یا نہیں اور اس نے اس راوی سے حدیث کا علم اخذ کیا یا نہیں اسی علم کے ذریعے امام احمد بن حنبلؒ کو یہ علم ہوا کہ محمد بن سیرین کو حضرت عبداللہ بن عباس سے سماع حاصل نہیں ہے اور امام بخاریؒ کو یہ علم ہوا کہ سالم بن عبداللہ کو حضرت عائشہؓ سے سماع حاصل نہیں ہے۔

علم رجال حدیث پر کثیر تعداد میں تالیفی کام ہوا ہے۔ ان ضخیم مؤلفات میں اہم ترین کتاب ابن الاثیر کی اسد الغابہ اور ابن حجر عسقلانیؒ کی الاصابہ فی تمییز الصحابہ ہیں، امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اپنی تصانیف میں ایسے صحابہؓ کے حالات زندگی جمع کئے ہیں جن سے ایک ایک حدیث مروی ہے۔ ابن مندہ نے اپنی ایک تصنیف میں ان صحابۂ کرامؓ کے حالات زندگی جمع کئے ہیں جن کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی ہے۔

علمِ روایتِ حدیث:

حدیث نبوی کو انتہائی احتیاط اور دقت و امانت کے ساتھ نقل کرنا کہ کہیں کوئی شائبہ خطا اور نسیان باقی نہ رہے اور راوی حدیث کا بخوبی حدیث کو سمجھنا اور حفظ کرنا اور دیانت و امانت کے ساتھ روایت کرنا اور اسی طرح کے جملہ متعلقہ امور علم روایت حدیث کہلاتے ہیں۔ اس علم کے ذریعے راوی کے بارے میں یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ اس کی روایت قابل قبول ہے یا نہیں اور اسی طرح حدیث کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ موصول ہے یا مرسل یا منقطع وغیرہ۔ غرض راوی اور مروی کے بارے میں جملہ معلومات علم روایت حدیث کا موضوع ہے۔

علم درایت حدیث:

علم درایت حدیث ایسے مجموعہ معارف کا نام ہے جس سے راوی اور مروی کے بارے میں معلومات حاصل ہوں اور راوی سے مروی روایت کے ردو قبول کے شرائط و انواع اور احکام واضح ہو جائیں۔ راوی کے بارے میں یہ معلومات کہ اس نے حدیث میں انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے اور دقت و امانت کے ساتھ روایت کیا ہے علم روایت حدیث ہے اور ایسے قواعد و اصول کی معرفت جس سے حدیث کی صحت و عدمِ صحت کا علم ہو اور ان امور کا بالتفصیل

جاننا جس سے متن حدیث کا فہم سلیم حاصل ہو علم درایت حدیث ہے۔

علم غریب الحدیث:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب تھے اور آپ کو جوامع کلم عطا کئے گئے آپ مختصر اور برجستہ چھوٹے چھوٹے جملوں میں کلام فرماتے جو انتہائی فصیح و بلیغ ہونے کے ساتھ مفاہیم و معانی کا ایک عظیم ذخیرہ اپنے اندر رکھتے تھے۔ آپ عرب کے تمام لہجات سے واقف تھے اور کبھی کبھی ایسے الفاظ بھی زبان مبارک سے ادا فرماتے جو قریش میں متعارف نہ ہوتے۔ صحابۂ کرامؓ سب کے سب خالص عرب تھے وہ آپ کے کلام کو بخوبی سمجھتے تھے اور اس کے لطیف نکات اور معانی کی وسعتوں کا بخوبی ادراک رکھتے تھے، لیکن دور نبوت اور عصر صحابہ گزر جانے کے بعد اور کثیر تعداد میں غیر عرب اقوام کے اسلام قبول کر لینے کے بعد حدیث نبوی میں وارد بعض الفاظ غیر مانوس ہو گئے، عربی زبان کے غیر مانوس لفظ کو غریب کہا جاتا ہے اور غریب الحدیث کے معنی ہیں احادیث میں واردان الفاظ و کلمات کی تحقیق جو عصر نبوت دور ہو جانے اور عربی زبان پر قدرت کمزور ہو جانے کے بعد غیر مانوس اور نا آشنا محسوس ہونے لگے۔ علماء کرام نے انتہائی کاوش سے احادیث میں وارد ایسے غیر مانوس الفاظ کو جمع کیا اور ان کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا اور مدعائے نبوت کی توضیح کی۔ اس موضوع پر اہم تالیف محمد بن اثیر کی "النهاية في غريب الحديث و الأثر" ہے۔

علم مختلف الحدیث و مشکلہ:

قرآن کریم ۲۳ سال کے عرصے میں مختلف مواقع پر آیات کی صورت میں نازل ہوا اور قرآن کریم کا جو حصہ حسب ضرورت نازل ہوتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے صحابۂ کرامؓ کو سناتے اور ان آیات کی تعلیم دیتے اور اپنی سیرت طیبہ اور اپنے قول و عمل سے ان کا تزکیہ فرماتے اور کلمات حکمت ذہن نشین کراتے، کبھی آپ اصول و عقائد کی اساسی باتیں ذہن نشین کراتے اور بعض اوقات عملی ہدایات ارشاد فرماتے۔ صحابۂ کرامؓ ان ارشادات نبوی کے موقع و محل سے آشنا تھے اور ان ہدایات کے مفاہیم ان پر پوری طرح واضح تھے لیکن جب زمانہ نبوت دور ہوتا چلا گیا اور مسلمانوں میں مختلف غیر اسلامی افکار سرایت کر گئے تو بعض لوگوں کو بعض

احادیث میں اختلاف اور تضاد محسوس ہونے لگا۔ علمائے امت نے اس جانب توجہ فرمائی اور بتایا کہ بعض بظاہر مختلف احادیث درحقیقت مختلف نہیں ہیں بلکہ ان میں جمع و توفیق ممکن ہے۔ علمائے کرام کی بظاہر مختلف احادیث میں توافق اور تطابق کرنے کی مساعی کے نتیجے میں ایک مستقل علم وجود میں آ گیا جو علم مختلف الحدیث ومشکلہ کے نام سے متعارف ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں جا بجا اس موضوع سے متعلق اشارات کئے اور ''اختلاف الحدیث'' کے نام سے ایک مستقل تالیف فرمائی۔

بظاہر مختلف احادیث کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں۔ ایسی احادیث جن کے درمیان جمع وتوافق اور رفع تعارض ممکن ہو اور ایسی احادیث جن میں جمع وتوافق بظاہر دشوار ہو۔

ایسی احادیث کی مثال جن میں بظاہر اختلاف ہو مگر ان میں توافق و تطابق پیدا کیا جا سکتا ہو، وہ حدیث ہے، جس میں فرمایا گیا کہ ''بیماری کسی سے کسی دوسرے کو نہیں لگتی'' اور یہ حدیث ''مجذوم سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو'' ان دونوں احادیث میں بظاہر تعارض ہے اور اس تعارض کو اس طرح رفع کیا گیا ہے کہ پہلی حدیث میں اس تصور کی نفی کی گئی کہ بیماری طبعاً ایک دوسرے کو لگتی ہے، یعنی مرض کا صحت مند سے اختلاط صحت مند کے مریض ہونے کا لازمی سبب نہیں ہے بلکہ منجملہ اسباب کے ایک سبب ہے اور سبب اکثر وبیشتر مسبب پر منتج نہیں ہوتا۔ مسبب حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ تمام حوادث و امور اللہ ہی کے حکم سے وجود میں آتے ہیں۔ جبکہ دوسری حدیث میں احتیاط کی تعلیم ہے اور بتایا گیا ہے کہ مریض کا صحت مند سے اختلاط بیماری کے پھیلنے کا ایک سبب ضرور ہے اور اس کو سبب بھی اللہ ہی نے بنایا ہے اور اللہ ہی نے انسان کو احتیاط کا حکم دیا ہے۔

ایسی احادیث جن میں توافق اور تطابق ممکن نہ ہو ان کی ایک صورت یہ ہے کہ ان میں سے ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ تصور کیا جائے اور اگر نسخ بھی ممکن نہ ہو تو ان میں جو حدیث راجح ہو اس پر عمل کیا جائے۔

علم مصطلح الحدیث:

ہر علم وفن کی مصطلحات اس علم کو سمجھنے کے لئے ناگزیر ہوتی ہیں اور علم کی وسعت کے

ساتھ مصطلحات کا دائرہ بھی وسیع تر ہو جاتا ہے۔ یہی صورت علم الحدیث کی ہے کہ ان علوم کی مصطلحات متنوع بھی ہیں اور بکثرت بھی اور ان علوم سے ہر علم کا فہم و ادراک ان مصطلحات کے معانی کے فہم پر موقوف ہے یہی وجہ ہے کہ علم مصطلح الحدیث جملہ علوم الحدیث میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ ان مصطلحات کے ذریعہ ہمیں راویوں کے حالات، ان کے اخذ حدیث کی کیفیات اور ان کے ثقہ اور حافظ اور متقن ہونے جیسے امور کا علم حاصل ہوتا ہے اور مروی کی صحت اور عدم صحت کا ادراک ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علم مصطلح الحدیث اپنی اہمیت کے اعتبار سے جملہ علوم حدیث پر فائق اور ایک امتیازی حیثیت کا حامل ہو گیا ہے اس فن کی اہم ترین کتاب ابن الصلاح کی علوم الحدیث ہے بعد میں آنے والے علما نے اپنی تالیفات میں اسی کو اساس بنایا ہے اور اس طرح اس کتاب کو ایک اہم مرجع کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔

علم ناسخ الحدیث ومنسوخہ:

شارع علیہ السلام کی جانب سے کسی وقت حکم کو ختم کر کے اس کی جگہ نیا حکم جاری ہونا نسخ کہلاتا ہے۔ سنت نبویؐ میں بعض احکام میں نسخ موجود ہے، احکام شریعت میں اس امر کی بہت بڑی اہمیت ہے کہ ایک محدث اور فقیہ ان احادیث سے واقف ہو جو ناسخ ہیں اور اسے ان احادیث کا علم ہو جن کے احکام منسوخ کر دیئے گئے، یہ ایک بہت دقیق علم ہے۔ ناسخ ومنسوخ احادیث کی معرفت کے لئے علماء نے قواعد اور اصول متعین کئے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

الف:...... خود کلام میں نبوتؐ سے پہلے حکم کے ختم ہو جانے اور دوسرے حکم کے آ جانے کی وضاحت موجود ہو جیسے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ''میں نے تمہیں پہلے قبرستان جانے سے منع کیا تھا اب جایا کرو کہ قبریں آخرت کی یاد تازہ کرتی ہیں۔''

ب:...... کسی صحابی نے تصریح کی ہو کہ پہلا حکم اب باقی نہیں رہا، جیسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ آپ آگ پر پکی ہوئی شئے تناول فرمانے کے بعد وضو نہ کرتے تھے۔''

ج:...... کسی سنت کے بارے میں قرائن سے معلوم ہو جائے کہ وہ پہلی سنت سے مؤخر ہے۔ جیسے شداد بن اوس کی یہ روایت کہ ''حاجم اور محجوم دونوں کا روزہ باقی نہیں رہا۔'' پہلا امر

ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع کا عمل نقل کیا کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں احتجام (پچھنے لگوائے) فرمایا۔''

د:......اجماع امت کے ذریعے کوئی حکم منسوخ قرار پائے جیسا کہ چوتھی مرتبہ مے نوشی کی سزا قتل ہونا باجماع امت منسوخ ہے۔

اس فن کی اہم کتاب الحازمی کی ''الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار'' ہے۔

علوم الحدیث:

علوم الحدیث دو کلمات کا مرکب ہے یعنی علوم اور حدیث، حدیث کے معنی جدید کے ہیں چونکہ انسان کی زبان سے ادا ہونے والا ہر لفظ پہلے لفظ کی نسبت جدید ہے اس لئے حدیث کے لفظ کا اطلاق گفتگو اور بات پر بھی ہوگیا۔ اور جب اللہ کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر کلمات حق جاری ہوئے تو آپ کی گفتگو اور آپ کا کلام بلکہ آپؐ سے متعلق ہر بات حدیث قرار پائی۔

علوم علم کی جمع ہے اور علم کے معنی جاننے کے اور ایسی فہم وبصیرت کے ہیں جس سے زندگی کی تاریک راہیں روشن ہو جائیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''رسولؐ برحق کی تعلیم ایسی ہے جو انسانوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے آتی ہے۔'' علوم الحدیث کی تاسیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں ہوگئی تھی کہ آپؐ نے خود اپنے کلام کے نشر کرنے اور پھیلانے کا حکم دیا اور اس کو بحفاظت اگلوں تک پہنچادینے پر ایسے شخص کو تروتازگی کی دعا دی۔

اولاً علم حدیث دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ علم روایت حدیث اور علم درایت حدیث۔ روایت ونقل سے متعلق تمام مباحث علم روایت حدیث میں زیر بحث آئے اور راوی اور مروی سے متعلق ایسی تمام تفصیلات جن سے حدیث کے درجۂ صحت کا علم ہو درایت حدیث کا موضوع بنیں یعنی وہ قواعد واصول جن سے راوی اور مروی کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور ان کے قبول اور رد کا پتہ چلتا ہے۔ غرض علم درایت حدیث کا موضوع سند اور متن ہے، سند اس اعتبار سے کہ راویان حدیث کے حالات کا مکمل علم حاصل ہوتا کہ حدیث کے اتصال وانقطاع

اور رفع ووقف غرض جملہ امور کا علم حاصل ہو سکے اور متن کا اس کی صحت اور عدم صحت کے اعتبار سے علم۔

علم حدیث کی نشوونما بہت تیزی سے ہوئی اور امت کے بہترین افراد نے اپنی اعلیٰ صلاحیتیں خدمت حدیث میں صرف کردیں جس کے نتیجے میں مباحث پیدا ہوتے گئے اور شاخ در شاخ ہوتے چلے گئے اور اس علم کا ہر پہلو وقت گزرنے کے ساتھ ایک مستقل علم بن گیا اور ہر علم میں اس قدر توسع پیدا ہوگیا کہ اگر ایک طالب علم علوم حدیث میں سے کسی ایک علم کے حصول پر ساری زندگی صرف کردے تو بھی اس کی انتہا تک نہ پہنچے۔ علوم کے اس تنوع کی بنا پر مجموعی طور پر ان تمام علوم کو علوم الحدیث کے نام سے موسوم کردیا گیا۔

علو الاسناد:

علو کے معنی بلندی کے ہیں جو نزول کی ضد ہے، علو کے معنی ہیں سند حدیث میں وسائط کا کم ہونا، یعنی اگر کسی حدیث کی ایک سے زیادہ اسانید ہیں ایک میں منتہی الیہ تک راویان حدیث کی تعداد کم ہو اور دوسری میں زیادہ، بشرطیکہ ہر دو سند کے راویوں کا مقام و مرتبہ مساوی ہو تو جس سند میں وسائط کم ہیں وہ سند عالی اور جس میں وسائط زیادہ ہیں وہ سند نازل ہے۔

علو کی حسب ذیل پانچ اقسام ہیں:

۱:......صحیح اور عمدہ سند کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب، یہ علو کی سب سے اعلیٰ قسم ہے۔

۲:......ائمہ حدیث میں سے کسی سے قرب۔

۳:......کتب معتمدہ میں سے کسی ایک تک قرب، یعنی مثلاً صحیح بخاری تک وسائط کا کم ہونا، موافقت، بدل مساوات اور مصافحہ، اسی علو کی صورتیں ہیں۔

۴:......راوی کے وفات میں تقدم سے حاصل ہونے والا علو۔

۵:......سماع میں تقدم سے حاصل ہونے والا علو۔ (دیکھئے: اسناد عالی ونازل)

﴿غ﴾

غریب:

غریب وہ حدیث ہے جسے روایت کرنے والا طبقات رواۃ کے کسی طبقہ میں ایک ہو۔ یعنی ہر وہ حدیث جس کی سند کے طبقات میں سے کسی طبقہ میں اس کا راوی ایک ہو وہ غریب ہے۔ غریب کی دو قسمیں ہیں غریب مطلق اور غریب نسبی۔ غریب مطلق وہ ہے جس میں اصل سند میں ایک راوی ہے جیسے حدیث "إنما الأعمال بالنيات" کہ صحابہ سے صرف حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ غریب مطلق کو فرد بھی کہتے ہیں۔ غریب نسبی وہ ہے جس کی سند کے درمیانی حصہ میں راوی ایک ہو جیسے یہ حدیث کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے سر پر خود تھا۔" یہ حدیث تنہا امام مالکؒ نے زہریؒ سے روایت کی ہے۔ غریب کبھی متن و سند دونوں کے اعتبار سے غریب ہوتی ہے اور کبھی صرف سند کے اعتبار سے غریب ہوتی ہے۔ یعنی ایسی روایت جس کے متن کو صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہو لیکن ایک راوی کسی ایک صحابی سے روایت میں منفرد ہو جس کے بارے میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں غریب من هذا الوجه (اس سند سے غریب ہے)

غریب الفاظ الحدیث:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام انتہائی فصیح و بلیغ ہوتا تھا، زبان مبارک سے ایسے نفیس اور عمدہ مختصر جملے ادا ہوتے جو اختصار کے باوجود اپنے اندر معانی کا دریا سمیٹے ہوتے۔ آپؐ اہل عرب کے مختلف لغات سے آشنا اور قبائلی لہجوں سے بخوبی واقف تھے، صحابۂ کرامؓ آپؐ کو بخوبی سمجھتے اور آپؐ کی ہر بات یاد رکھتے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ عربی زبان کا ملکہ کمزور پڑ گیا اور بعد کے مسلمانوں کو احادیث کے بعض الفاظ و کلمات نامانوس (غریب) محسوس ہونے لگے۔ علماء کرام نے اس طرح کے الفاظ احادیث کے عظیم ذخیرے میں چن چن کر جمع کیے اور ان کے معانی و مفاہیم بیان کئے انہی الفاظ و کلمات کو غریب الفاظ الحدیث کہا جاتا ہے۔ ابو عبید قاسم نے اس موضوع پر بہت عمدہ تالیف کی جو بعد میں آنے والے مؤلفین کے لئے مثال اور نمونہ بن گئی۔ (دیکھئے: علم غریب الحدیث)

﴿ف﴾

فرد:

فرد تفرد سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی ہیں ایک ہونا، مصطلحات حدیث میں فرد ایسی حدیث ہے جس کی سند میں کسی مقام پر ایک راوی ہو اگرچہ اس ایک راوی سے روایت کرنے والے متعدد ہوں۔ فرد اور غریب میں فرق ہے۔ اگر تفرد مطلق ہو اور کوئی قید نہ ہو تو یہ فرد ہے اور غریب ایسا فرد ہے جو کسی قید کے ساتھ مقید ہو۔ فرد اور شاذ میں بھی فرق ہے شاذ وہ ہے جس میں ایک ثقہ راوی دوسرے ثقہ راویوں کے برخلاف روایت کرے گویا شاذ میں تفرد اور مخالفت دو عناصر پائے جاتے ہیں جبکہ فرد میں ایک ہی عنصر ہوتا ہے یعنی تفرد۔ فرد مطلق کی مثال یہ حدیث صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کی بیع اور اس کے ہبہ کرنے سے منع فرمایا، یہ حدیث عبداللہ بن دینار نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے اور اس روایت میں عبداللہ بن دینار منفرد ہیں۔ (دیکھئے: غریب)

فقہائے صحابہ:

صحابۂ کرامؓ نور نبوتؐ سے مستفاد تھے وہ علم و عمل اور قرآن ایک ساتھ سیکھتے تھے اور سب ہی علم و فضل میں ممتاز سیرت و کردار میں بے مثال اور تمام انسانیت کا جوہر تھے۔ مگر ان میں آپس میں بعض امتیازات بھی تھے اور بعض پہلوؤں سے ایک دوسرے پر فوقیت بھی رکھتے تھے۔ ان میں علم حدیث سے انتہائی شغف رکھنے والے اور بکثرت احادیث روایت کرنے والے بھی تھے اور حفاظ و قراء بھی اور ان میں بعض صحابۂ کرامؓ ایسے تھے جن کا مرتبہ فقہ میں ممتاز تھا، یہ چھ فقہاء تھے: حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔

﴿ق﴾

قرأت علی الشیخ:

راوی کے اپنے شیخ سے علم حدیث کے اخذ کرنے کے آٹھ طریقے ہیں، جو تحمل حدیث کے آٹھ طریقے کہلاتے ہیں، ان آٹھ طریقوں میں سے ایک قرأت علی الشیخ ہے یعنی شیخ کے سامنے احادیث کی تلاوت کر کے اس سے سند اور اجازت حاصل کرنا اس کو عرض بھی کہتے ہیں۔ (دیکھئے: عرض)

قوی:

قوی بظاہر صحیح کے مترادف ہے لیکن محدثین کرام جب ایک اصطلاح کو چھوڑ کر دوسرا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس میں کوئی نکتہ ہوتا ہے۔ بہر حال قوی ایسی حدیث ہے جو صحیح سے درجہ میں کسی قدر کم ہو۔ (دیکھئے: صحیح)

﴿ک﴾

کتابتِ حدیث:

کتابتِ حدیث سے یہاں مراد حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عصر نبوت، دور صحابہ اور تابعین میں ضبط تحریر میں لانا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ آفتاب نبوت کے پروانے تھے وہ ہمہ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے اور آپؐ کے اعمال وافعال دیکھتے اور اقوال وارشادات سنتے اور جو لکھتے اور سنتے وہ یاد بھی کرتے اور قلمبند بھی کرتے تھے یعنی جو صفحۂ قرطاس پر نقل کرتے اور وہ صفحات قلوب پر بھی مرتسم کر لیتے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ساٹھ کے قریب صحابہ مجلس نبویؐ میں حاضر ہوتے اور آپ کے فرمودات سنتے اور جب آپ کسی ضرورت کے لئے اٹھ جاتے تو ہم آپ کے ارشادات یاد کرتے اور ایک دوسرے کو سناتے یہاں تک کہ فرمودات نبویؐ ہمیں اس طرح یاد ہو جاتے جیسے ہمارے دلوں میں پیوست ہو گئے ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی احادیث قلمبند کراتے تھے، آپؐ نے حیات طیبہ میں لاتعداد فرامین، مراسلے، تبلیغی خطوط اور مختلف انواع مکاتیب تحریر کرائے بادشاہوں اور حکام وامراء کو خطوط لکھوائے، یہ سب احادیث کا عظیم الشان ذخیرہ تھا۔ بادشاہوں کے نام آپؐ کے بعض خطوط اصل حالت میں دریافت ہو چکے ہیں ان میں ہو بہو احادیث کی صورت میں محدثین نے روایت کئے ایک لفظ کا بھی فرق نہیں ہے جو اس بات کی انتہائی قوی دلیل ہے کہ محدثین کرام نے احادیث نبویؐ کو بکمال دیانت وامانت امت کو پہنچایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سن کر ایک تحریری مجموعہ مرتب کیا تھا جس کا نام آپؐ نے **الصحیفة الصادقة** رکھا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد ہمام بن منبہ نے ایک تحریری مجموعۂ احادیث مرتب کیا تھا اور اس کا نام **الصحیفة الصحیحة** رکھا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنی ساری زندگی حضور کی احادیث یاد کرنے اور لکھنے میں صرف کر دی، وہ رحلت نبویؐ کے بعد گرم دوپہر میں کسی صحابی

کے دروازے پر بیٹھ جاتے گرد و غبار چہرے پر پڑتا اور گرم لو چلتی مگر آپ بیٹھے ہوئے ان صحابی کے گھر سے باہر آنے کا انتظار کرتے جوں ہی وہ باہر آتے ان سے کلام نبوتؐ سنانے کی درخواست کرتے، ان کے ساتھ تختیاں ہوتیں ان پر احادیث لکھتے وہ بھر جاتیں تو ہتھیلیوں پر بھی لکھنے سے گریز نہ کرتے حضرت ابورافعؓ کے گھر جاتے اور اپنے ساتھ کاتب لے جاتے، ابورافعؓ سے دریافت کرتے کہ فلاں دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا، جو وہ بتاتے وہ کاتب لکھتا رہتا۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے حج کے جو احکام زبان نبویؐ سے سنے تھے انہیں قلمبند کرلیا تھا جو منسک صغیر کے نام سے متعارف تھا۔ اسی طرح انہوں نے احادیث کا ایک مجموعہ بھی مرتب کیا تھا۔ سمرۃ بن جندب نے بھی بہت سی احادیث ایک مجموعہ میں مرتب کیں۔ حضرت انس بن مالکؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سن کر لکھ لیتے اور لکھی ہوئی احادیث پھر آپؐ کو سناتے اور بعد میں جب آپ کے تلامذہ آپ کے پاس علم حدیث کے حصول کے لئے آتے تو آپ ان کے سامنے دفاتر لا کر رکھ دیتے اور فرماتے یہ احادیث میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھی ہیں اور آپ کو سنائی ہیں۔

غرض صحابۂ کرامؓ انتہائی شغف اور شوق کے ساتھ احادیث نبوی یاد کرتے اور ان کو صحیفوں اور مجموعوں میں لکھتے بعد میں تابعین جو ان صحابہ کے تلامذہ تھے نے بھی اس طریقہ کار کی پیروی کی یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تدوین حدیث کا سرکاری حکم جاری فرمایا۔ یہاں یہ امر قابل لحاظ ہے کتابتِ حدیث اور تدوین حدیث میں فرق ہے۔ کتابتِ حدیث سے مراد صحابۂ کرامؓ اور تابعین کا احادیث کو ضبط تحریر میں لانا ہے جبکہ تدوین کے معنی ان لکھی ہوئی احادیث کو سرکاری سطح پر از سر نو مدون کرنا ہے جو کام عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم سے شروع ہوا وہ احادیث کی سرکاری سطح پر باقاعدہ اور منظم تدوین ہے جبکہ اس سے قبل صحابہ اور تابعین احادیث قلمبند کرتے رہے اور ان کے مجموعے اور صحیفے تیار کرتے رہے ایک اور حقیقت بھی قابل توجہ ہے وہ یہ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خود تابعی تھے اور آپ کے دور میں صحابۂ کرامؓ موجود تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم کی روشنی میں تدوین حدیث کا بہت عظیم الشان ہوا، زیادہ نمایاں خدمات امام زہریؒ نے انجام دیں اور دفاتر کے دفاتر احادیث کے قلمبند کر کے خلیفہ کے پاس روانہ کئے، کتابتِ حدیث اور تدوین حدیث کا یہ سلسلہ مختلف صورتوں

اور متنوع شکلوں میں جاری رہا کہ مسانید لکھے گئے معاجم مرتب ہوئے اور مصنفات مرتب ہوئے تا آنکہ یہ کام ان محدثین عظام تک پہنچا جنہیں اصحاب صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔

(دیکھئے: اباحت حدیث اور تدوین حدیث)

کتب الحدیث:

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایک کنز عظیم ہے جس کا احصاء و استقصاء ممکن نہیں ہے۔ محدثین کرام نے مختلف ادوار میں جو کتب حدیث تالیف کی ہیں وہ تعداد میں بھی بکثرت ہیں اور اپنی نوعیت اور ترتیب کے لحاظ سے بھی متنوع ہیں۔ چنانچہ کتب حدیث کو ان اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے الصحاح، الجوامع، الجامیع، المسانید، المعاجم، المستدرکات، المستخرجات الاجزاء اور الاطراف۔ ان میں سے ہر نوع میں متعدد مؤلفات مرتب ہوئی ہیں لیکن امت میں زیادہ قبول عام کتب صحاح ستہ کو حاصل ہوا ہے۔

کتب خمسہ:

یعنی حدیث کی پانچ صحیح کتابیں جو ابن ماجہ کو چھوڑ کر پانچ کتابیں ہیں۔

کتبِ زوائد:

زوائد زائد کی جمع ہے۔ کتبِ زوائد سے مراد ایسی کتابیں جن میں کتب خمسہ یا کتب ستہ میں وارد صحیح احادیث کے علاوہ احادیث جمع کی گئی ہیں جیسے زوائد سنن ابن ماجہ علی الاصول الخمسہ، زوائد مسند احمد علی الکتب الستہ۔

کتب الصحاح:

الصحاح صحیح کی جمع ہے کتبِ صحاح سے مراد ایسی کتب ہیں جن میں صحیح احادیث جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہو، ان میں سے چھ کتابوں (صحاح ستہ) کو امت میں قبول عام حاصل ہوا ہے اور ان چھ کتابوں میں بھی صحیحین (صحیح بخاری اور صحیح مسلم) کا مقام بہت بلند ہے اور صحیح بخاری کے بارے میں امت کا فیصلہ ہے أصح الکتب بعد کتاب اللہ (اللہ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتاب) صحاح ستہ کے علاوہ صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ اہم کتب حدیث ہیں اور اہل علم میں متعارف ہیں۔ (دیکھئے: الصحاح)

﴿ل﴾

لاحق:

لاحق کے معنی متاخر کے ہیں ایسا راوی جس کی وفات متاخر ہو اور جس سے اس نے حدیث سنی ہے اس میں اور اس راوی کی وفات میں بعد زمانی ہو۔ (دیکھئے: سابق ولاحق)

﴿م﴾

مبہمات:

مبہمات مبہم کی جمع ہے، مبہم ایسا شخص ہے، جس کا سند حدیث میں یا متن حدیث میں نام نہ لیا گیا ہو اور صرف ایک شخص کے کہنے پر اکتفاء کیا گیا ہو۔ ایسے اشخاص کے نام معلوم کرنا جن کے نام سند میں یا متن میں مذکور نہ ہوں ایک اہم فن ہے اور محدثین نے تحقیق سے ان اصحاب کے ناموں کا پتہ چلایا ہے۔ حافظ عبدالغنی مصری کی اس موضوع پر تصنیف ہے۔ ان کے بعد خطیب بغدادی نے ایک سو اکھتر مبہم افراد کے ناموں کی تحقیق کی اور ان کو حروف معجم کی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ ولی الدین عراقی کی تالیف **المستفاد من مبہمات المتن والاسناد** اس موضوع پر اہم تصنیف ہے۔

مبہم کی مثال حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی یہ حدیث ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا حج ہر سال فرض ہے یہ شخص حضرت اقرع بن حابسؓ ہیں۔ یا حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دھوپ میں کھڑا ہوا دیکھا“ یہ صاحب ابواسرائیل قیصرؓ عامری تھے۔ صحابۂ کرامؓ میں یہ اپنے نام اور کنیت میں منفرد ہیں۔

متابعت:

سند حدیث میں کسی اور راوی کا سند کے کسی مرحلہ میں شریک ہو جانا متابعت کہلاتا ہے اگر یہ متابعت سند کے اولین حصہ میں ہو تو یہ متابعت تامہ ہے اور بعد کے کسی مرحلہ میں ہو تو متابعت ناقصہ کہلاتی ہے۔ (دیکھئے: تحمل حدیث)

متروک:

ایسا راوی جس پر کذب کی تہمت ہو یا جس کا فسق ظاہر ہو یا وہ کثرت سے غفلت اور نسیان میں مبتلا ہو ایسے راوی کی روایت کردہ حدیث متروک کہلاتی ہے۔ (دیکھئے: ضعیف)

متشابہ:

دو راویوں کے ناموں کا باہم مماثل ہونا کہ دو راویوں کے نام تحریر اور تلفظ میں یکساں ہوں مگر ان کے والد کے نام تحریر میں تو یکساں ہوں مگر تلفظ میں مختلف ہوں۔ جیسے محمد بن عُقَیل اور محمد بن عَقیل۔ یا راویوں کے نام تحریر میں یکساں ہوں اور تلفظ میں مختلف ہوں جبکہ والد کا نام تحریر اور تلفظ میں یکساں ہوں جیسے شریح بن نعمان اور سریج بن نعمان۔ اس موضوع پر خطیب بغدادی کی ایک مستقل تالیف ہے۔

متصل:

متصل یا موصول وہ حدیث ہے جس کی سند اول سے آخر تک متصل ہو، خواہ حدیث مرفوع ہو یا موقوف۔ لیکن علماء حدیث مرفوع کی صورت متصل یا موصول کا لفظ علی الاطلاق استعمال کرتے ہیں جبکہ قول تابعی کی صورت میں اس تابعی کا نام لیکر اس تک متصل ہونے کو بیان کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب تک متصل ہے۔ (دیکھئے: اتصال)

متفق و مفترق:

ایسے راوی جن کے نام تحریراً و تقریراً ایک ہوں لیکن بہر حال وہ دو علیحدہ افراد ہوں۔ علماء نے اس طرح کے ملتے جلتے ناموں کی تحقیق کی ہے اور معلوم کیا کہ کون سے راوی کی مرویات کون سی ہیں اور ان کے مختلف حالات زندگی کیا ہیں تاکہ طالبان حدیث دو راویوں کو نام کے مشابہ ہونے کی بنا پر ایک نہ سمجھ لیں۔ اس مشابہت کی متعدد صورتیں ہیں یہاں ان میں سے چند ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ دو یا زیادہ راویوں کے نام اور ان کے والد کے نام تحریر میں اور تلفظ میں ایک جیسے ہوں جیسے خالد بن ولید کے نام سے دو صحابی ہیں۔ ایک تو ان میں مشہور صحابی ہیں جو قرشی و مخزومی ہیں اور سیف اللہ کے لقب سے متعارف ہیں۔ دوسرے انصاری ہیں جو جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دو یا زیادہ راویوں کے نام ان کے والد کے نام اور ان کے دادا کے نام صورتاً اور لفظاً ایک ہوں جیسے احمد بن جعفر بن حمدان نام کے چار راوی ہیں چاروں

معاصر ہیں اور چاروں ایک ہی طبقہ کے ہیں اور محمد بن جعفر بن محمد تین ہیں یہ تینوں بھی معاصر ہیں اور ان تینوں کا انتقال ۳۶۰ھ میں ہوا ہے۔

متنِ حدیث:

حدیث کی عبارت متنِ حدیث کہلاتی ہے یعنی اصل الفاظ حدیث متن حدیث ہوتے ہیں۔ (دیکھئے: سند)

متواتر:

ایسی روایت ہے جسے بکثرت راویوں نے نقل کیا ہو اور ان کی تعداد ہر طبقے میں اتنی زیادہ ہو کہ عادتاً ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو متواتر کہلاتی ہے۔ کثرت تعداد کی یہ شرط اولین تین ادوار سے متعلق ہے یعنی صحابۂ کرامؓ، تابعین اور اتباع تابعین کیونکہ اتباع تابعین تک احادیث مدون اور مرتب ہو کر امت میں متعارف ہو گئی تھیں اور ان کتب حدیث کو روایت کرنے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی راویوں کی کثرت کا معیار متعین کرنے میں علماء کا اختلاف ہے راجح یہ ہے کہ دس کی تعداد حد تواتر کو پہنچتی ہے۔

متواتر کی دو قسمیں ہیں: متواتر لفظی اور متواتر معنوی۔

متواتر لفظی وہ حدیث ہے جس کے بعینہ الفاظ تواتر کے ساتھ منقول ہوتے ہیں جیسے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ یہ حدیث جسے بخاریؒ اور مسلمؒ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔" اس حدیث کو طبقۂ صحابہ میں باسٹھ صحابہ نے روایت کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں اور یہ واحد حدیث ہے جس کی روایت میں جملہ عشرہ مبشرہ شریک ہیں اور یہ واحد حدیث ہے جسے صحابہ کی اس قدر کثیر تعداد نے روایت کیا ہے اور جیسے حوض کوثر کی حدیث جسے روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد پچاس ہے، اور مسح علی الخفین کی حدیث جسے ستر صحابہ نے روایت کیا ہے۔ احادیث متواترہ کی تعداد کثیر ہے۔ امام سیوطیؒ نے ان احادیث کو اپنی کتاب "الأزهار المتناثرة في الأخبار المتواترة" میں جمع کیا ہے۔

متواتر معنوی وہ ہے جس کا معنی اور مفہوم تو متواتر ہو مگر وہ اپنے الفاظ کے اعتبار سے

متواتر نہ ہو جیسے شفاعت، احادیث رفع یدین فی الدعاء اور انگشت ہائے مبارک سے پانی ابلنے والی حدیث ان احادیث کے مفہوم کو بکثرت صحابہ نے روایت کیا ہے اگرچہ الفاظ اور عبارت میں فرق واقع ہوا ہے چنانچہ یہ مضمون کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے سو احادیث میں آیا ہے۔ بلاشبہ ان میں سے ہر حدیث ایک علیحدہ اور مستقل موقعہ سے تعلق رکھتی ہے لیکن ان سب میں قدر مشترک یہ مفہوم کہ آپؐ دعا کے لئے دونوں ہاتھ بلند فرماتے متواتر ہے بلکہ یہ کہنا نہایت مناسب ہوگا کہ مضمون کے اعتبار سے تواتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اعمال کی کثیر تعداد میں موجود ہے۔ چنانچہ وضو کا طریقہ نماز اور روزہ کی کیفیات اور حج کے مناسک سب کے سب معنیً متواتر ہیں اور پوری جماعت صحابہ سے یہ اعمال و افعال عملاً و قولاً منقول ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے اوقات نماز، رکعات نماز کی تعداد اور زکوٰۃ کی مقادیر جیسے امور کو متواتر عملی قرار دیا ہے۔

مجالس املاء:

مجالس املاء سے مراد ایسی مجالس ہیں جن میں محدث احادیث بیان کرے اور طلبۂ علم ان احادیث کو قلمبند کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں صحابۂ کرامؓ حاضر ہوتے اور آپ کے ارشادات قلمبند کرتے۔ بعد میں صحابۂ کرامؓ نے اپنے تلامیذ کو احادیث کا املا کرایا مشہور صحابی واثلۃ بن الاسقع مجلس میں بیٹھ کر احادیث بیان کرتے اور لوگ انہیں سن کر لکھتے تابعین کے دور میں مجالس املاء بکثرت ہوتیں اور بڑی تعداد میں سامعین اور کاتبین شرکت کرتے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات املا کے لئے مستملی کی ضرورت پیش آتی جو محدث سے سن کر آگے نقل کرتے اور کثیر تعداد میں شائقین علم حاضر ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ ایک محدث ابو مسلم کجی کی مجلس میں چالیس ہزار طلبہ قلم دوات لیکر بیٹھے ہوتے تھے اور جگہ جگہ مستملی تھے جو ان محدث کی آواز کو آگے پہنچا رہے تھے۔ طالبانِ حدیث کی کثرت اور شوق کا یہ عالم تھا کہ ایک محدث عاصم بن علی واسطی کو ایک مجلس میں ایک ہی حدیث چودہ مرتبہ دہرانی پڑی۔

مجالس الحدیث:

صحابۂ کرامؓ سفر و حضر میں ہر وقت پروانوں کی طرح شمع نبوتؐ کے گرد گھومتے رہتے

اور جو کچھ دیکھتے اور سنتے اسے یاد بھی کرتے اور لکھتے بھی تھے، ساٹھ کے قریب صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھر میں یا مسجد میں اکٹھے ہو جاتے سب فرامین نبوتؐ یاد کرتے دہراتے ایک دوسرے کو سناتے، کوئی حاضری سے قاصر ہوتا تو کسی کو اپنی جگہ بھیجتا کہ شام کو واپس جا کر اپنے ساتھی کو دربار نبوتؐ کے فیصلوں سے آگاہ کرے۔

بعد میں ممالک اسلامی کے اتساع کے ساتھ صحابۂ کرامؓ مختلف علاقوں اور شہروں میں سکونت پذیر ہو گئے اور ہر جگہ علم حدیث کی مجالس برپا ہو گئیں اور املاء حدیث کی مجالس میں بکثرت حاضری شروع ہو گئی۔ (دیکھئے: مجالس املاء)

مجامیع:

مجامیع مجمع کی جمع ایسی کتاب جس میں جملہ احادیث جمع کرنے کی سعی کی گئی ہو یا مدون کتب میں سے بعض کتب کی احادیث جمع کی گئی ہوں۔ حدیث نبویؐ اس قدر عظیم ثروت ہے جس کا احصاء ناممکن ہے، علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے احادیث نبوی کی تعداد دو لاکھ سے متجاوز بتائی ہے خود انہوں نے اپنی کتاب جمع الجوامع میں تمام احادیث جمع کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اس کام کو مکمل نہ کر سکے اور وفات پا گئے۔ ابو الحسن رزین بن معاویہ نے اصول ستہ کی احادیث جمع کیں اور اس کا نام انہوں نے التجرید للصحاح والسنن رکھا۔ ابو السعادات ابن الاثیر نے بھی رزین کے طرز پر صحاح ستہ کی احادیث کو جمع کیا اور اس کا نام جامع الاصول من احادیث الرسول رکھا۔ الفراء ابن کثیر نے صحاح ستہ مسند احمد، مسند بزار، مسند ابو یعلی اور المعجم الکبیر کی احادیث جمع کیں اور اس کتاب کا نام جامع المسانید والسنن رکھا، بعد ازاں شیخ علی متقی ہندی نے کنز العمال کے نام سے احادیث کا عظیم ذخیرہ یکجا کیا۔

محفوظ:

مقبول راوی کی اپنے سے زیادہ راجح راوی کے مخالف روایت شاذ ہے اور شاذ کے بالمقابل روایت محفوظ ہے یعنی ایک روایت دو راویوں سے مروی ہو ایک راوی دوسرے سے راجح ہو اور پہلا راوی روایت کے الفاظ دوسرے سے مختلف روایت کر رہا ہو تو پہلی روایت شاذ ہے اور دوسری محفوظ ہے۔ یعنی شاذ کے بالمقابل روایت محفوظ ہے۔ (دیکھئے: شاذ)

مخالفتِ ثقات:

اگر ایک روایت کے نقل کرنے والے متعدد راوی ہوں اور سب ثقہ ہوں لیکن کوئی ایک راوی باقی تمام ثقہ راویوں کے برخلاف سند کے یا متن کے کسی لفظ میں اختلاف کرے تو اسے مخالفتِ ثقات کہا جاتا ہے۔ اب اگر یہ مخالفت کرنے والا راوی خود بھی ثقہ ہے تو اس کی یہ مخالفت شذوذ ہے کیونکہ شذوذ کا مفہوم یہی ہے کہ ایک ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کے برخلاف کوئی لفظ یا کلمہ کہے اور اگر مخالفت کرنے والا راوی ضعیف ہو اور دوسرے راوی ثقہ ہوں تو ضعیف راوی کی یہ روایت منکر کہلائے گی اور قابل رد ہوگی۔ (دیکھئے: شاذ، منکر، ثقات)

مخضرم:

صحابہٴ کرامؓ اور تابعین میں سے ایسے حضرات جنہوں نے زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام پایا مخضرم کہلاتے ہیں۔ صحابہٴ کرامؓ کے بارے میں ابن حبان کا کہنا ہے کہ وہ صحابہ مخضرم ہیں جنہوں نے ساٹھ سال جاہلیت میں گزارے اور ساٹھ اسلام میں، اور یہ دو صحابی ہیں، حکیم بن حزام اور حسان بن ثابت۔ عراقی نے چار اور ذکر کئے ہیں وہ یہ ہیں حویطب بن عبدالعزیٰ سعید بن یربوع، مخرمہ بن نوفل اور حمنن بن عوف اور الماوردی نے اپنی کتاب اعلام النبوۃ میں ذکر کیا ہے کہ نوفل حکیم بن حزام اور حویطب واقعۂ فیل کے دیکھنے والوں میں سے ہیں۔

حضرت لبید بن ربیعہؓ نے بھی ساٹھ سال جاہلیت میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں۔

تابعین میں مخضرم وہ ہیں جنہوں نے زمانۂ جاہلیت پایا ہو لیکن وہ کسی بنا پر دیدار نبویؐ سے محروم رہے ہوں، امام مسلم نے بیس مخضرمین کے نام گنائے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ ان کی تعداد بیس سے زائد ہے۔

مدبج:

دیباج ایک کپڑے کا نام ہے جس کا تانا بانا دونوں ریشم کے ہوتے ہیں۔ علمائے حدیث کے نزدیک دو ہم عصر راویوں کی ایک دوسرے سے روایت مدبج کہلاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت عائشہؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

(دیکھئے: روایت اقران)

مدرج:

مدرج کا لفظ ادراج سے بنا ہے جس کے معنی ملانے اور ضم کرنے کے ہیں اسی سے اندراج ہے جس کے معنی کسی بات کے لکھ دینے یا داخل کر دینے کے ہیں۔ اگر کوئی راوی سند حدیث میں یا اس کے متن میں کوئی لفظ داخل کر دے تو یہ ادراج ہے اور ایسی حدیث مدرج کہلاتی ہے۔ یعنی مدرج کی دو قسمیں ہیں: مدرج الاسناد اور مدرج المتن۔ ازاں بعد مدرج المتن کی تین صورتیں ہیں: مدرج الاول یعنی ادراج آغاز میں ہو۔ مدرج الوسط یعنی ادراج درمیان میں ہو اور مدرج الآخر یعنی ادراج آخر میں ہو۔ مدرج الاول کی مثال حضرت ابوہریرہؓ سے مروی یہ حدیث ہے کہ "اچھی طرح وضو کرو ایڑیوں کو جہنم کی آگ میں جلنے سے بچاؤ" اس میں پہلے جملہ کہ "اچھی طرح وضو کرو" حضرت ابوہریرہؓ کے الفاظ ہیں جو ایک راوی نے حدیث کے ساتھ ملا کر بیان کر دیئے جبکہ صحیح بخاری میں ان دونوں جملوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "وضو اچھی طرح کرو" کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ایڑیوں کو جہنم کی آگ میں جلنے سے بچاؤ"۔ مدرج الوسط کی مثال حضرت عائشہؓ کی وہ حدیث ہے جس میں وہ آغاز وحی (بدء وحی) کا ذکر فرماتی ہیں اور درمیان میں لفظ تحنث کے معنی بیان کر دیتی ہیں کہ اس کے معنی ہیں طاق راتوں میں عبادت کرنا۔ تحنث کے یہ معنی حضرت عائشہؓ کے بیان کردہ ہیں اور حدیث کے درمیان میں آئے ہیں اس لئے مدرج الوسط ہیں۔ مدرج الآخر کی مثال حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وہ روایت ہے جس میں آپ نے کلمات تشہد بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ "یہ الفاظ تشہد کہنے کے بعد تمہاری نماز پوری ہوگئی اب چاہے کھڑے ہو جاؤ اور چاہو بیٹھے رہو۔" راویوں میں سے ایک راوی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ان الفاظ کو کلمات حدیث سے ملا کر اس طرح بیان کر دیا جیسے یہ بھی حدیث کا حصہ ہوں حالانکہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے الفاظ ہیں۔ (دیکھئے: ادراج)

مدلس:

مدلس تدلیس سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی شئے کے عیب کو چھپانا۔ علوم الحدیث

میں تدلیس کے معنی ہیں راوی کا سند میں موجود کسی عیب کو چھپانا۔ تدلیس کی تین قسمیں ہیں۔

تدلیس الاسناد:

تدلیس الاسناد کے معنی ہیں راوی اس شیخ سے جس سے اس کی ملاقات تو ہو مگر اس نے اس سے حدیث نہ سنی ہو، کسی روایت کو اس طرح ذکر کرے جس سے سننے والے کو یہ وہم ہو کر اس نے اس سے سنی ہے حالانکہ نہ سنی ہو مثلاً یہ کہے کہ فلاں نے کہا، جیسے علی بن خشرم نے بیان کیا کہ ہم سفیان بن عیینہ کے پاس موجود تھے کہ سفیان نے کہا کہ ''زہری کہتے ہیں'' ان سے پوچھا گیا تم نے زہری سے خود سنا ہے کہنے لگے نہیں میں نے عبدالرزاق سے انہوں نے معمر سے اور انہوں نے زہری سے سنا ہے۔ یہاں سفیان نے سند حدیث میں درمیانی دو راوی چھوڑ کر ''زہری کہتے ہیں'' کہہ دیا جو تدلیس ہے کیونکہ سننے والے کو یہ خیال ہوا کہ شاید خود زہری سے بلاواسطہ سنا ہے حالانکہ درمیان میں دو وسائط موجود ہیں۔

تدلیس الشیوخ:

راوی کا اپنے شیخ کا ذکر ایسے نام یا کنیت وغیرہ سے کرنا جس سے وہ متعارف نہ ہو۔ جیسے ابوبکر بن مجاہد مقری کا کہنا کہ ہم سے ذکر کیا عبداللہ بن ابی عبداللہ نے، عبداللہ بن ابی عبداللہ دراصل ابوداؤد صاحب السنن ہیں۔ یہاں راوی نے ابوداؤد کہنے کے بجائے جو کہ معلوم ومتعارف ہے ابوعبداللہ کہہ دیا جو تدلیس الشیوخ ہے کہ اس سے سننے والے کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ یہ عبداللہ کوئی اور راوی ہیں۔

تدلیس التسویۃ:

سند حدیث کے درمیان میں اگر ایک شیخ ضعیف ہو اور راوی اس ضعیف شیخ کو ساقط کر کے اس طرح سند روایت بیان کر دے جیسے اس میں سے کوئی راوی ساقط نہیں ہوا ہے اور اس طرح سند حدیث میں سقم محسوس نہ ہو بلکہ تمام راوی ثقہ معلوم ہوں۔ جیسے یہ سند ہے۔ بقیہ از ابووھب اسدی از نافع از ابن عمرؓ۔ دراصل سند اس طرح ہے، عبیداللہ بن عمرو از اسحٰق بن ابی فروۃ از نافع از ابن عمرؓ۔ اس میں بقیہ نے یہ کیا کہ عبداللہ بن عمرو کا نام لینے کے بجائے اس کی کنیت ابووہب اسدی ذکر کی اور درمیان سے اسحٰق بن ابی فروہ کو ساقط کر دیا اور اس طرح سند

حدیث کو ہموار بنا دیا تا کہ سامع کو اس کے ضعف کا اور درمیان سے راوی کے اسقاط کا پتہ نہ چلے۔ (دیکھئے: تدلیس)

مراتب جرح وتعدیل:

راویان حدیث کی عدالت اور ان کے ضبط واتقان کے بارے میں محدثین کا اظہار اطمینان تعدیل اور عدم اطمینان جرح کہلاتا ہے۔ جرح وتعدیل محض صوابدید پر مبنی نہیں بلکہ اس کے قواعد وضوابط ہیں اور درجات ومراتب ہیں چنانچہ مراتب تعدیل چھ ہیں اسی طرح مراتب جرح بھی چھ ہیں۔ تعدیل کا سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ راوی کی توثیق مبالغہ کے ساتھ اور افعل التفضیل کے صیغہ کے ساتھ کی جائے مثلاً کہا جائے کہ فلاں اوثق الناس یا کہا جائے فلان اضبط الناس، اسی طرح اگر کسی راوی کے بارے میں مبالغہ کے ساتھ جرح کے الفاظ استعمال کئے جائیں تو یہ شدید ترین جرح تصور ہوگی۔ (دیکھئے: جرح وتعدیل)

مراتب کتب الحدیث:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ بکثرت ہیں اور ان کی تدوین متعدد مصنفات اور مؤلفات میں ہوئی ہے لیکن یہ تمام مؤلفات ایک درجہ کی نہیں ہیں بلکہ ان کے درجات مختلف ہیں۔ علماء نے کتب حدیث کے چار مراتب بیان کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱:.....مرتبہ اول کی کتابوں میں صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مؤطا مالک شامل ہیں، ان کتابوں میں مندرج احادیث متواتر صحیح اور حسن کے درجے کی ہیں اس لئے کتب حدیث میں ان مؤلفات کا درجہ بلند ترین ہے۔

۲:.....مرتبہ دوم میں جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، مسند احمد بن حنبل اور سنن نسائی شامل ہیں۔ ان مؤلفات کا درجہ صحیحین اور مؤطا امام مالک کے بعد ہے۔ اگرچہ ان مؤلفات میں بعض ضعیف احادیث بھی آگئی ہیں لیکن امت میں ان کو قبول عام حاصل ہوا اور علوم واحکام میں بیشتر ان تصانیف پر اعتماد کیا گیا ہے۔

۳:.....مرتبہ سوم میں یہ کتب مندرج ہیں: مسند ابن ابی شیبہ، مسند طیالسی، مسند عبد بن حمید، مصنف عبدالرزاق اور بیہقی طبرانی اور طحاوی کی تصانیف۔ ان تصانیف میں شاذ منکر اور

مضطرب احادیث موجود ہیں۔

۴:...... مرحبۂ چہارم میں ابن مردویہ اور ابن شاہین کی تصانیف مندرج ہیں ان کتابوں میں بیشتر قصاص واعظوں اور صوفیاء سے مروی روایت ذکر کی گئی ہیں۔

مردود:

مردود ضعیف کے مترادف ہے یعنی جس حدیث میں صحت کی جملہ شرائط موجود نہ ہوں وہ ضعیف ہے اور قابل رد ہے۔ (دیکھئے: ضعیف)

مرسل:

مرسل ایسی حدیث جس کی سند میں تابعی نے صحابی کا نام لئے بغیر اس حدیث کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کردی ہو، یعنی اگر تابعی نے صحابی کا نام لئے بغیر حدیث بیان کی ہو تو وہ مرسل ہے اور جمع مراسیل ہے۔ مرسل کی یہ تعریف جمہور محدثین کے قول کے مطابق ہے، جبکہ بعض علماء نے یہ شرط عائد کی ہے کہ مرسل وہ ہے جسے تابعی کبیر نے صحابی کا نام لئے بغیر روایت کیا ہو۔ کیونکہ اگر تابعی صغیر السن ہو تو امکان ہے کہ اس کے اور صحابی کے درمیان ایک اور تابعی ہو اور اس صورت میں یہ حدیث معضل ہوگی۔

قبول مرسل کے بارے میں تین اقوال ہیں:

پہلا قول: امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا ہے کہ مرسل مطلقاً قابل قبول اور حجت ہے۔ ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ مرسل کی قبولیت پر تابعین کے درمیان اتفاق تھا اور ائمہ حدیث میں سے بھی کسی نے رد نہیں کیا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ تمام علماء مثلاً سفیان ثوریؒ، مالکؒ اور اوزاعیؒ مراسیل کو حجت سمجھتے رہے یہاں تک کہ امام شافعیؒ آئے اور سب سے پہلے انہوں نے مرسل کی قبولیت پر کلام کیا۔

دوسرا قول: جمہور محدثین کے نزدیک مرسل ضعیف ہے اور قابل احتجاج نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ سند میں درمیان میں تابعی بھی ساقط ہوا ہو اور وہ ضعیف راوی ہو۔ امام مسلم صحیح مسلم کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک مرسل قابل احتجاج نہیں ہے۔

تیسرا قول:...... امام شافعیؒ کی رائے کہ مرسل حجت نہیں ہے الا یہ کہ چند شروط موجود ہوں۔

شرائط یہ ہیں: ۱۔ راوی کبار تابعین میں سے ہو۔ ۲۔ وہ جن شیوخ سے روایت کرتا ہو وہ سب ثقہ ہوں۔ ۳۔ علم حدیث کے حفاظ نے اس کی مخالفت نہ کی ہو۔ ۴۔ کسی اور ذریعہ سے اسے تائید حاصل ہو۔ (دیکھئے: ارسال)

مرفوع:

ہر وہ روایت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو خواہ وہ قول ہو یا فعل یا تقریر اور خواہ یہ نسبت صحابی کی جانب سے ہو یا کسی اور کی طرف سے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان سے انتساب کی بنا پر مرفوع کہا جاتا ہے۔ مرفوع کی دو قسمیں ہیں: مرفوع صریح اور مرفوع حکمی اور ان میں سے ہر ایک کی چار قسمیں ہیں: قولی، فعلی، تقریری اور وصفی، اس طرح یہ آٹھ قسمیں ہوئیں۔ مرفوع صریح کی مثال صحابی کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا یا اس طرح کیا یا آپ کے سامنے اس طرح کیا گیا یا آپ کی عادت شریفہ یہ تھی۔

مرفوع حکمی کی مثال صحابی کا کہنا کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا یا ہمیں فلاں بات سے منع کیا گیا کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ حکم دینے والے اور منع کرنے والے اللہ کے رسولؐ تھے۔

مسانید:

مسانید مسند کی جمع ہے، مسند حدیث کی ایسی کتاب ہے جس میں احادیث نبویؐ صحابۂ کرامؓ کے ناموں کی ترتیب سے ذکر کی گئی ہوں اور صحابہ کے اسماء کی ترتیب ان کے انساب کے اعتبار سے یا ان کی اسلام کی جانب سبقت کے لحاظ سے ہو۔ مسانید کی تعداد کثیر ہے اور غالباً سو کے قریب مسانید ہیں۔ جن میں سے زیادہ مشہور مسند ابوداؤد طیالسی ۲۰۴ھ مسند بقی بن مخلد ۲۹۶ھ اور مسند امام احمد بن حنبلؒ ہیں۔ مسند امام احمد بن حنبلؒ کا مرتبہ تمام مسانید میں عظیم تر ہے اس میں بکثرت ایسی صحیح احادیث ہیں جو کتب ستہ سے زائد ہیں۔ مسند احمد بن حنبل میں موجود احادیث کی تعداد چالیس ہزار ہے۔

مساوات:

مساوات کے معنی ایک حدیث کی دو مسندوں میں راویوں کی تعداد کا برابر ہونا۔

علامہ ابن حجرؒ نے اس کی مثال اس طرح بیان کی ہے کہ اگر نسائی کی ایک حدیث لی جائے جس کی سند میں نسائی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک راویوں کی تعداد گیارہ ہو اور ہمیں بعینہ یہی حدیث کسی اور سند سے بھی دستیاب ہو اور اس سند میں بھی اول سے آخر تک گیارہ راوی ہوں اور اس طرح اس دوسری سند کے راویوں کی تعداد نسائی کی سند کے راویوں کے برابر ہو جائے تو یہ مساوات ہے۔ (دیکھئے: تحمل حدیث واداء حدیث)

مستخرج:

مستخرج حدیث کی ایسی کتاب ہے جس میں مصنف نے کسی دوسری حدیث کی کتاب میں مذکور احادیث کو اپنی سند سے ذکر کیا ہو اور اس کی سند صاحب کتاب کے شیخ یا شیخ کے شیخ پر مل جاتی ہو۔ جیسے مثلاً صحیح بخاری میں مذکور جملہ احادیث کو کوئی محدث اپنی اسانید سے ذکر کرے اس طرح کہ اس کی اسانید بخاری کے شیخ یا ان کے شیخ پر مل جاتی ہوں تو یہ کتاب مستخرج کہلائے گی۔ کتب مستخرجات کثیر ہیں ان میں ابوبکر اسماعیلی کی مستخرج علی صحیح البخاری ہے، ابوعوانہ اسفرائنی کی مستخرج علی صحیح مسلم ہے اور ابونعیم اصبہانی کی مستخرج علی صحیحین ہے۔ یہ امر ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اصحاب مستخرجات نے احادیث اپنی اسانید سے ذکر کی ہیں اور انہوں نے یہ التزام نہیں کیا کہ ان احادیث کے الفاظ بعینہ صاحب کتاب کے الفاظ حدیث ہوں بلکہ بعض اوقات الفاظ وکلمات میں فرق بھی واقع ہوا ہے کیونکہ مستخرج نے حدیث کو انہی الفاظ وکلمات کے ساتھ ذکر کیا ہے جس طرح اس نے اپنے شیخ سے سنی ہے۔

مستدرک:

مستدرک کا لفظ استدراک سے بنا ہے جس کے معنی کسی کمی کے تدارک کے ہیں۔

مستدرک کتب حدیث کی ایک نوع ہے۔ اس میں ایسی احادیث بیان کی جاتی ہیں جو کسی دوسرے مصنف کے معیار پر پوری اترتی تھیں لیکن اس مصنف نے انہیں ذکر نہیں کیا۔ مثلاً امام بخاری نے اپنی صحیح احادیث درج کرنے کے لئے ایک معیار انتخاب مقرر کیا اور اس کے مطابق اپنی کتاب میں صحیح احادیث درج کیں، بعد میں ایک اور محدث صحیح احادیث جمع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ احادیث بخاری کے معیار کے مطابق ہیں مگر انہوں نے ذکر نہیں کی ہیں

اس کتاب کو مستدرک کہا جائے گا۔ واضح رہے کہ صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے ہر ایک نے اپنے سامنے انتخاب حدیث کے لئے ایک معیار رکھا ہے، یہ معیار علوم حدیث میں شروط کہلاتا ہے جیسے شروط البخاری یا شروط الخمسہ۔ مستدرکات میں سب سے اہم کتاب امام حاکم کی مستدرک ہے جس میں انہوں نے ایسی صحیح احادیث جمع کی ہیں جو بخاری اور مسلم کی شروط کے مطابق ہیں لیکن ان میں درج نہیں ہیں۔ (دیکھئے: استدراک)

مستفیض:

ایسی حدیث جسے راویوں کی کثیر تعداد نے روایت کیا ہو مگر ان کی تعداد تواتر کی حد سے کم ہو۔ بہر حال اگر کسی حدیث کو روایت کرنے والے ہر طبقہ رواۃ میں کثیر ہوں تو اسے مستفیض کہتے ہیں۔ اس میں ایک درجہ میں تواتر معنوی پیدا ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے: مشہور)

مسلسل:

مسلسل ایسی حدیث ہے جو تدلیس سے پاک ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مسند و متصل ہو اور اس میں ہر راوی کسی خاص حالت یا کیفیت یا عبارت کو نقل کرتا ہو یہاں تک کہ یہ سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے۔ جیسے حضرت ابوہریرہؓ کی مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا۔ (حدیث تشبیک ید) یہ الفاظ سند کے آخر تک ہر راوی نے اور ہر شیخ نے اپنے تلمیذ کو یہ حدیث سناتے ہوئے اس کے ہاتھ میں اسی طرح ہاتھ ڈالا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کے ڈالا تھا۔

مسنِد:

مسند وہ شخص جو اپنی سند سے حدیث روایت کرے۔

مسنَد:

مسند کی تعریف میں تین اقوال ہیں۔ پہلا قول: جسے ابن عبدالبر نے اپنی کتاب التمہید میں ذکر کیا ہے کہ مسند وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع ہو۔ خواہ متصل ہو جیسے مالک از نافع از ابن عمر از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خواہ منقطع ہو جیسے زہری از ابن

عباس از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ مسند تو ہے لیکن منقطع ہے کیونکہ زہری کو ابن عباس سے سماع حاصل نہیں ہے۔ دوسری تعریف وہ ہے جو ابن صباغ نے ذکر کی ہے کہ مسند وہ ہے جس کی سند راوی سے لیکر آخر تک متصل ہو۔ اس تعریف کی رو سے مرفوع اور موقوف مسند میں داخل ہیں۔ تیسری تعریف وہ ہے جو حاکم نے بیان کی ہے کہ مسند وہ ہے جو متصل سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کی گئی ہو۔

مشتبہ مقلوب:

ایسے دو راوی جن کے نام والد کے نام اور کنیت ایک جیسے ہوں لیکن ان میں تقدیم وتاخیر ہو جیسے ولید بن مسلم اور مسلم بن ولید اور اس سے بعد میں آنے والوں کے ذہن میں اشتباہ پیدا ہو جائے جیسا کہ امام بخاری کو ہوا ہے کہ مسلم بن ولید مدنی کو امام بخاری نے ولید بن مسلم ذکر کیا ہے۔ خطیب بغدادی کی اس موضوع پر مستقل کتاب ہے جس کا نام رفع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء والانساب ہے۔ مشتبہ مقلوب کی مثال یہ نام ہیں۔ ایک ہیں یزید بن اسود خزاعی یہ صحابی ہیں اور دوسرے ہیں یزید بن اسود جرشی یہ مخضرم تابعی ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے نماز استقاء کی درخواست کی تھی جو انہوں نے ادا فرمائی ابھی نماز استقاء ادا کر کے لوگ گھروں کو جا رہے تھے کہ بارش شروع ہوگئی۔

مشہور:

مشہور ایسی حدیث ہے جس کی سند کے ہر طبقہ میں راویوں کی تعداد دو سے زائد ہو مگر حد تواتر تک نہ پہنچے۔ فقہاء مشہور کو مستفیض بھی کہتے ہیں لیکن محدثین کے یہاں متعارف اصطلاح مشہور ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ مشہور ہمیشہ صحیح ہو بلکہ مشہور حسن اور ضعیف بھی ہو سکتی ہے کیونکہ مشہور اخبار احاد کی ایک قسم ہے اور خبر واحد صحیح بھی ہوتی ہے اور حسن وضعیف بھی۔ مشہور صحیح کی مثال یہ حدیث ہے کہ "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔" حدیث مشہور وہ بھی ہوتی ہے جو عامۃ الناس کے درمیان مشہور ہوگئی ہو خواہ اس کی سند مشہور کی مسلمہ تعریف کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ متعدد علماء نے اس موضوع پر مؤلفات مرتب کی ہیں۔ جیسے حافظ سخاویؒ کی المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنہ۔

مصافحہ:

حدیث کی کسی کتاب کے مصنف کے بیان کردہ کسی حدیث کی سند کے راویوں کی تعداد کا اس تعداد کے مساوی ہونا جو اس مصنف کے تلمیذ کے اسی حدیث کی سند میں ہوں۔

مصحف:

مصحف کا لفظ تصحیف سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی تحریر کو اس طرح پڑھنا کہ اس کے الفاظ اور معنی تبدیل ہو جائیں اور علوم الحدیث میں مصحف سے مراد ایسی حدیث ہے جس کو راوی نے شیخ سے نہ سنا ہو بلکہ کتاب میں دیکھا ہو اور اسے پڑھنے میں اس طرح غلطی کی ہو کہ حروف کے نقطے آگے پیچھے ہو گئے ہوں۔ تصحیف کی دو قسمیں ہیں: تصحیف سند اور تصحیف متن۔ تصحیف سند کی مثال یہ سند ہے شعبان از عوام بن مراجم از ابو عثمان نہدی یحیٰ بن معین نے اس میں تصحیف کی عوام بن مراجم کو عوام بن مزاحم پڑھا۔ متن میں تصحیف کی مثال وہ حدیث ہے جس میں الفاظ آئے ہیں **احتجر فی المسجد** اور ابن لہیعہ نے اسے **احتجم فی المسجد** پڑھا کیونکہ ابن لہیعہ نے یہ حدیث استاذ سے نہیں سنی اور صرف کتاب سے اخذ کی۔

مضطرب:

ایسی حدیث جس کی متعدد سندیں ہوں اور متعدد راوی اس کو روایت کر رہے ہوں اور تمام راوی اور جملہ اسانید ایک ہی درجہ اور معیار کے ہوں مگر ان راویوں کے درمیان روایت کی سند یا متن میں ایسا اختلاف ہو جس کو دور نہ کیا جا سکے اور کسی ایک روایت کو دوسری پر ترجیح نہ دی جا سکے۔ مضطرب کی دو قسمیں ہیں مضطرب فی الاسناد اور مضطرب فی المتن۔ مضطرب فی السند کی مثال وہ حدیث ہے جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرمؐ کو مخاطب کر کے فرمایا "اراک شبت" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **شیبتنی ھود واخواتھا** دار قطنی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے اور وہ یہ کہ حدیث صرف ابو اسحٰق سے مروی ہے اور ابو اسحٰق سے روایت کرنے والے دس راوی ہیں جو سب کے سب آپس میں مختلف ہیں کسی نے اسے مرسل روایت کیا ہے، کسی نے موصول کسی نے اسے مسند ابو بکر کہا اور کسی نے مسند سعد قرار دیا اور بعض نے مسند عائشہ بتایا۔ یہ تمام راوی ثقہ ہیں اور ان میں سے کسی ایک کو

دوسرے پر ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ اس لئے اس حدیث کی یہ سند مضطرب ہے۔ مضطرب المتن کی مثال امام ترمذیؒ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے کہ "مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے۔" جبکہ یہ حدیث ابن ماجہ میں اس طرح آتی ہے "مال میں زکوٰۃ کے سوا کوئی حق نہیں۔" عراقی فرماتے ہیں اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے۔

مضعّف:

ایسی حدیث جس کے ضعف پر علماء حدیث کا اتفاق نہ ہو بلکہ بعض نے ضعیف کہا ہو اور بعض نے قوی قرار دیا ہو۔

معاجم:

معاجم معجم کی جمع ہے۔ معجم حدیث کی ایسی کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیث مصنف کے شیوخ کے ناموں سے بترتیب حروف ہجاء مرتب کی گئی ہوں یا احادیث قبائل یا شہروں کے ناموں سے حروف تہجی کی رعایت کے ساتھ مرتب کی گئی ہوں۔ زیادہ مشہور معاجم طبرانی کی معجم الکبیر، معجم الاوسط اور معجم الصغیر ہیں۔

معرفۃ من اتفق اسمہ واسم اَبیہ:

ایسے راوی کی پہچان جس کا نام اور اس کے والد کا نام ایک ہو، یا اس کا نام اس کے والد کے نام اور اس کے دادا کا نام ایک ہو، جیسے حسن بن حسن بن علی اور جیسے زید بن الحسن بن زید بن الحسن بن زید بن الحسن۔ ابوالفتح ازدی نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب تالیف کی ہے۔

معرفۃ من اتفق اسمہ واسم شیخہ:

ایسے راوی کی پہچان جس کا نام اور اس کے شیخ کا نام ایک ہو یا اس کا نام اس کے شیخ کا نام اور شیخ کے شیخ کا نام ہو جیسے عمران از عمران از عمران۔ پہلا عمران قصیر کے لفظ سے ملقب ہے یعنی عمرانِ قصیر، دوسرا عمران ابورجاء عطاردی ہے، تیسرا عمران بن حصین ہے جو صحابی ہیں۔ اسی طرح سلیمان از سلیمان از سلیمان۔ پہلے سلیمان کا نام سلیمان ابواحمد بن ایوب طبرانی ہے دوسرا سلیمان ابواحمد واسطی ہے اور تیسرے سلیمان بن عبدالرحمٰن دمشقی جو ابن بنت شرحبیل کے نام سے متعارف ہیں۔ اسی نوع سے ایک حدیث مسلسل بہ محمدین ہے۔ اس حدیث کے الفاظ

ہیں "اپنی رانوں کو مستور رکھو کہ رانیں ستر میں داخل ہیں۔" اس حدیث کے تمام راویوں کے نام محمد ہیں اس لئے یہ مسلسل بہ محمدین ہے۔

معرفۃ الاخوہ والاخوات:

متعدد راویانِ حدیث ایسے ہیں جو آپس میں بہن اور بھائی ہیں اور دوسرے سے روایت کرتے ہیں اور بعض ایسے راوی ہیں جن کے والدین کے نام باہم مشابہ ہیں جیسے عبداللہ بن دینار اور عمرو بن دینار یہ دونوں بھائی نہیں ہیں۔ راویانِ حدیث کے بارے میں یہ معرفت بڑی اہمیت کی حامل ہیں تاکہ دو راویوں کا باہمی رشتہ اخوت ہے یا نہیں ہے۔ صحابۂ کرامؓ میں حضرت ابوطالب کے تین بیٹے علی، جعفر اور عقیل آپس میں بھائی ہیں، خطاب کے بیٹے عمر اور زید بھائی ہیں اور تابعین میں ابوصالح کے بیٹے سہیل، عبداللہ، محمد اور صالح بھائی ہیں۔

معرفۃ من لم یروالا حدیثاً واحداً:

صحابۂ کرامؓ باہم مختلف طبقات و درجات ہیں، بعض سابقین اسلام میں اور انہیں صحبت رسولؐ کے طویل مواقع میسر آئے ہیں اور بعض فتح مکہ کے وقت اسلام لائے اور کلام نبوت سے کم مستفید ہوئے۔ غرض متعدد وجوہ اور اسباب کی بناء پر صحابۂ کرامؓ روایت حدیث میں مختلف ہیں بعض مکثرین ہیں جنہوں نے ایک ہزار احادیث روایت کی ہیں اور بعض ایسے ہیں جن سے ایک روایت مروی ہے ایسے اصحاب کے بارے میں علم حاصل کرنا جن سے ایک حدیث مروی ہے علوم حدیث میں اہمیت کا حامل ہے مثلاً ابن ابی عمارہ مدنی صحابی ہیں اور ان سے مسح علی الخفین کے بارے میں صرف ایک حدیث مروی ہے جو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

معرفۃ من وافقت کنیۃ اسم اَبیہ وعکسہ:

بعض راویانِ حدیث ہیں کہ جو ان کی کنیت ہے وہی ان کے والد کا نام ہے جیسے ابومسلم الاغر بن مسلم مدنی اور بعض ایسے راوی ہیں کہ جو ان کا نام ہے وہ ان کے باپ کی کنیت ہے جیسے اوس بن اوس۔

معرفۃ من وافقت کنیتہ کنیۃ زوجہ:

بعض راویان حدیث کی کنیت اور ان کے ازواج (شوہر یا بیوی) کی کنیت ایک ہے جیسے ابو اسید الساعدی ان کی اہلیہ کی کنیت اُم اُسید ہے۔ ابن عساکر کی اس موضوع پر ایک مستقل تالیف ہے۔

معروف:

معروف کا لفظ مقبول کے مترادف ہے یعنی وہ حدیث جو محدثین کے نزدیک قابل قبول ہو۔ (دیکھئے: منکر)

معضل:

اگر سند حدیث میں ایک ہی مقام سے دو راوی ساقط ہو جائیں تو اس صورتحال کو اعضال اور ایسی روایت کو معضل کہتے ہیں۔ لیکن اگر دو راویوں کا سقوط ایک جگہ سے نہ ہو بلکہ دو مختلف مقامات سے ہو تو ایسی روایت منقطع ہوگی۔ بعض فقہائے کرام تابع التابعی تھے مگر اس کے باوجود ان کی کتابوں میں ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان فقہاء کا بغیر سند اس طرح کہنا معضل کی مثال ہے کیونکہ ان کے درمیان اور حضورؐ کے درمیان دو راوی ہیں جو انہوں نے ساقط کر دیئے اور جیسے امام مالکؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مملوک کو کھانا اور لباس ملے گا۔ الحدیث" تو یہ روایت معضل ہے البتہ خود امام مالکؒ نے اس حدیث کو دوسرے کسی مقام پر بواسطہ محمد بن عجلان از والد خود از ابو ہریرہ روایت کیا ہے۔ سند بیان کر دینے کی صورت میں یہ حدیث معضل نہ رہی۔

معلق:

معلق کے لفظی معنی ہیں ایسی شئے جو بندھی ہوئی ہو اور لٹکی ہوئی ہو۔ جبکہ معلق کے اصطلاحی معنی ہیں راوی کا صحابی تک یا تابعی تک سند کو حذف کر دینا۔ جیسے امام مالکؒ کا ابن عمرؓ سے روایت کرنا اور سند نہ ذکر کرنا اور امام بخاریؒ کا یہ کہنا کہ "حضرت عائشہؓ نے کہا" اور اپنے درمیان اور حضرت عائشہ کے درمیان سند کو حذف کر دینا۔ چنانچہ امام بخاریؒ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہا کہ حضرت عثمانؓ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنا گھٹنا ڈھک لیا۔" امام بخاریؒ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ تک تمام سند حدیث کو حذف کر کے صرف حضرت ابو موسیٰؓ اشعری کے حوالہ پر اکتفاء کر لیا۔

امام بخاریؒ کی صحیح میں معلقات بکثرت موجود ہیں اور یہ معلقات دو طرح کے ہیں بیشتر ایسے ہیں جن کی سند کسی دوسرے مقام پر ذکر کر دی گئی ہے اور اس طرح وہ موصول ہو گئے وجہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ مختلف علمی اور فقہی نکات کے پیش نظر ایک حدیث کو بعض اوقات مکرر ذکر کرتے ہیں ایک مقام پر سند کے ساتھ اور دوسرے مقام پر اختصار کے مدنظر سند کو حذف کر دیتے ہیں۔ دوسری قسم کے معلقات وہ ہیں جن کی کسی دوسری جگہ بھی سند بیان نہیں ہوئی ایسی معلقات کی تعداد ایک سو ساٹھ ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان معلقات کو اپنی کتاب التوفیق میں جمع کیا ہے اور ان سب کی اسانید ذکر کر کے ان کا اتصال بیان کر دیا ہے۔

(دیکھئے: تعلیق)

معلل:

معلل ایسی روایت ہے جس میں ایسی مخفی علت (سقم) ہو جو اس کی صحت پر اثر انداز ہو اگرچہ نظر بہ ظاہر یہ روایت ہر قسم کے سقم سے پاک نظر آئے۔ علت دراصل ایسا سبب خفی ہے جو بظاہر معلوم نہ ہو لیکن ایک محقق کی دقیق نظر اس کا پتہ چلا لے۔ علت حدیث کا علم صرف ایسے محقق کامل کو ہو سکتا ہے جو حافظ حدیث ہو احادیث کو پرکھنے اور جانچنے کا طویل تجربہ رکھتا ہو۔ اور دقت نظر اور فہم ثاقب کا حامل ہو، جیسے امام بخاریؒ، ترمذیؒ اور دار قطنیؒ۔

علت اکثر و بیشتر سند حدیث میں پائی جاتی ہے لیکن کبھی متن میں بھی ہوتی ہے۔ سند میں علت کا وجود سند اور متن دونوں کی صحت پر اثر انداز ہوتا ہے اور بعض اوقات علت کا اثر سند تک محدود رہتا ہے اور متن محفوظ رہتا ہے۔ ایسی علت کی مثال جو صرف سند حدیث پر اثر انداز ہو اور متن اس کے اثر سے محفوظ رہے یہ حدیث ہے کہ "بائع اور مشتری کو اس وقت تک اختیار حاصل ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں۔" اس حدیث کی سند یہ ہے از یعلی بن عبید از سفیان ثوری از عمرو بن دینار از ابن عمر از رسول اللہؐ بظاہر یہ سند متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں لیکن درحقیقت اس میں ایک مخفی علت ہے وہ یہ ہے کہ اس سند میں یعلی بن عبید کو مغالطہ ہوا کہ انہوں نے عبداللہ بن دینار کے بجائے عمرو بن دینار کہہ دیا جبکہ اس

حدیث کے راوی عبداللہ بن دینار ہیں عمرو بن دینار نہیں ہیں مگر چونکہ دونوں ثقہ ہیں بنابریں حدیث کا متن صحیح ہے۔

متن میں علت کی مثال حضرت انسؓ کی وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں آتی ہے کہ حضرت انسؓ کا بیان کہ صحابۂ کرامؓ نماز کے آغاز میں بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے اس روایت کو محدثین نے معلل قرار دیا ہے کیونکہ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ صحابۂ کرامؓ نماز کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے، یعنی اس میں بسم اللہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کا ذکر نہیں ہے مگر راوی نے اس سے یہ سمجھا کہ بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے حالانکہ حدیث کا اصل مفہوم یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ نماز کا آغاز سورۂ فاتحہ سے کرتے تھے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے درست نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت انسؓ سے بسم اللہ کے آغاز کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس بارے میں انہیں حدیث رسولؐ کا علم نہیں ہے۔ (دیکھئے: علت اور علم علل الحدیث)

معنعن

معنعن کے معنی ہیں کسی کا عن عن کہنا اور معنعن وہ روایت ہے جس کی سند راوی نے عن فلان عن فلان کہہ کر بیان کی ہو۔ اس طرح کی روایت کے بارے میں دو اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ ایسی روایت منقطع کے زمرے میں شمار کی جائے گی یعنی عن عن کہنے سے سند کا اتصال ثابت نہیں ہوتا۔ دوسرا قول جو زیادہ صحیح ہے اور جس پر علمائے حدیث اور فقہاء کی اکثریت متفق ہے یہ ہے کہ دو شرائط اگر موجود ہوں تو روایت معنعن قابل قبول ہے۔ ایک یہ کہ معنعن روایت کا راوی مدلس نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ راوی کی ملاقات اس راوی سے ثابت ہو جس سے وہ روایت کر رہا ہے۔ ابن عبدالبر اپنی کتاب التمہید میں کہتے ہیں کہ علمائے حدیث کا سند معنعن قبول کرنے پر اتفاق ہے بشرطیکہ تین شروط موجود ہوں یعنی راوی کی عدالت اور اس کا اس راوی سے ثبوت لقاء جس سے روایت کر رہا ہے اور یہ کہ راوی مدلس نہ ہو۔

مفردات:

مفردات مفرد کی جمع ہے۔ مفرد ایسا راوی ہے جو اپنے نام کنیت یا لقب میں منفرد ہو

اور رجال حدیث میں سے کسی اور کا وہ نام کنیت یا لقب نہ ہو۔ جیسے صحابۂ کرامؓ میں ایک صحابی کا نام احمد بن عجیانؓ ہے ان کا کوئی اور ہم نام نہیں ہے۔ کنیت میں تفرد کی مثال ابوالحمراءؓ ہے یہ ایک صحابی ہیں جن کا نام ہلال بن حارث ہے یہ اپنی اس کنیت میں منفرد ہیں اور کسی اور کی ابوالحمراء کنیت نہیں ہے۔ لقب کی مثال سفینہؓ ہے یہ بھی صحابی رسولؐ ہیں اور ان کا نام مہران ہے اور سفینہ لقب ہے جس میں کوئی اور ان کا شریک نہیں ہے۔

مقبول:

مقبول وہ حدیث جس میں قبولیت حدیث کی جملہ شرائط موجود ہوں اس معنی کے اعتبار سے مقبول صحیح کے مترادف ہے۔

مقطوع:

وہ روایت ہے جس کی سند تابعی پر ختم ہو جیسے صحیح مسلم میں ابن سیرین کا قول ہے کہ "یہ علم دین ہے اس لئے دیکھو کہ کس سے علم حاصل کر رہے ہو۔" (دیکھئے: انقطاع اور منقطع)

مقلوب:

قلب کے معنی پلٹنے کے ہیں، مقلوب وہ روایت ہے جس میں راوی نے سند کے راویوں کے ناموں کو آگے پیچھے کر دیا ہو متن میں الفاظ آگے پیچھے ہو گئے ہوں۔ پہلی صورت مقلوب الاسناد اور دوسری مقلوب المتن ہے سند میں قلب کی مثال یہ ہے کہ راوی مرۃ بن کعب کو کعب بن مرۃ بنا دے اور اسی طرح سند حدیث بیان کرے۔ مقلوب المتن کی مثال وہ حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اور جس میں یہ الفاظ آئے ہیں اور وہ شخص جو اس قدر چھپا کر صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے۔" کسی راوی نے غلطی سے ان الفاظ کو اس طرح روایت کر دیا کہ "دائیں ہاتھ کو علم نہ ہو کہ بائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے۔" خطیب بغدادی کی اس موضوع پر مستقل کتاب ہے جس کا نام ہے **رفع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء والانساب.**

مکاتبت:

تحمل حدیث کے آٹھ طریقوں میں سے ایک مکاتبت ہے اس کی صورت یہ ہے کہ

شیخ اپنی مسموعات کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر یا کسی سے لکھوا کر اپنے موجود یا غائب تلمیذ کو دیدے۔ بعد ازاں اس کی دو صورتیں ہیں یعنی شیخ مکاتبت کے ساتھ تلمیذ کو ان احادیث کے روایت کرنے کی اجازت بھی دیدے تو یہ مکاتبت مقرون بالاجازۃ ہے اور اپنی قوت و اہمیت کے اعتبار سے یہ مناولہ مقرون بالاجازۃ کی طرح ہے یا مکاتبت مقرون بالاجازۃ نہ ہو جسے مکاتبت مجرد عن الاجازہ کہا جاتا ہے اس کے بارے میں بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس مکاتبت کی روایت صحیح نہیں ہے اور بعض دیگر نے کہا ہے کہ صحیح ہے۔

مکثرون:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین علم نبوتؐ سے استفادے میں مختلف درجات کے حامل تھے، کیونکہ ان میں سابقین اسلام بھی تھے جنہیں سفر و حضر میں ہر جگہ اور ہر مقام پر علوم نبوتؐ سے استفادہ کا موقعہ ملا اور ان میں وہ بھی تھے جو فتح مکہ کے وقت اسلام لائے اور انہیں دربار نبوتؐ سے فیضیاب ہونے کا موقعہ نہیں ملا۔ اس وجہ سے اور دیگر اور اسباب کی بنا پر صحابۂ کرامؓ روایت حدیث میں بھی مختلف ہیں چنانچہ تقریباً تین سو صحابہ ایسے ہیں جن سے ایک ایک حدیث مروی ہے، سو سے زائد ایسے صحابہ ہیں جن سے دس یا دس سے کم احادیث مروی ہیں۔ سو ایسے صحابہ ہیں جن سے دس سے زائد اور سو سے کم احادیث مروی ہیں۔ اکیس صحابۂ کرامؓ سے سو سے زائد احادیث مروی ہیں، گیارہ ہیں جن سے دو سو سے زائد احادیث مروی ہیں اور سات صحابہ ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک سے ایک ہزار سے زائد احادیث مروی ہیں یہ سات صحابہ مکثرون کہلاتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱:...... حضرت ابو ہریرہؓ م ۵۹ھ سے ۵۳۷۴ احادیث مروی ہیں۔
۲:...... حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب (۷۳ھ) سے ۲۶۳۰ احادیث مروی ہیں۔
۳:...... حضرت انس بن مالکؓ (۹۳ھ) سے ۲۲۸۶ احادیث مروی ہیں۔
۴:...... حضرت عائشہ بنت ابی بکر الصدیق (۵۸ھ) سے ۲۲۱۰ احادیث مروی ہیں۔
۵:...... حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۶۸ھ) سے ۱۶۶۰ احادیث مروی ہیں۔
۶:...... حضرت جابر بن عبداللہؓ (۷۸ھ) سے ۱۵۴۰ احادیث مروی ہیں۔
۷:...... حضرت ابو سعید خدریؓ (۷۴ھ) سے ۱۱۷۰ احادیث مروی ہیں۔

مناولۃ:

مناولہ تحمل حدیث کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنے تلمیذ کو اپنی ضبط کی ہوئی احادیث کا مجموعہ دیدے، ازاں بعد اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ یہ مناولہ مقرون بالاجازہ ہو یعنی شیخ تلمیذ کو اپنی احادیث کا مجموعہ دے کر کہے کہ یہ میری مرویات ہیں تم انہیں روایت کرو۔ دوسری یہ کہ صرف کتاب دیدے اور یہ تصریح نہ کرے کہ تلمیذ ان مرویات کو روایت کرے یہ صورت مناولہ مجرد عن الاجازۃ ہے۔ محدثین کے نزدیک مناولہ بالاتفاق قابل قبول ہے بلکہ مناولہ مقرون بالاجازہ تو سماع کے درجے میں ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ ہے اپنے تلمیذ سے کہے کہ یہ احادیث کا مجموعہ ہے جو میں نے فلاں سے سنا ہے تم یہ لے لو اور ان احادیث کو روایت کرو۔ حضرت انسؓ بن مالک سے جب لوگ احادیث سنانے کا زیادہ تقاضا کرتے تو وہ تحریری دفاتر لا کر سامنے رکھتے اور کہتے یہ احادیث میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھی ہیں اور لکھنے کے بعد آپ کو سنائی ہیں۔

(دیکھئے: تحمل حدیث)

منسوبون إلی غیر آباءھم:

ایسے راویان حدیث جو اپنے والد کی جانب منسوب ہونے کے بجائے اپنی ماں یا دادی کی جانب منسوب ہوتے ہوں جیسے یہ تین صحابۂ کرامؓ معاذ، معوذ اور عوف یہ تینوں اپنی والدہ عفراء بنت عبید کی جانب منسوب ہیں اور بنو عفراء کہلاتے ہیں جبکہ ان کے والد کا نام حارث بن رفاعۃ تھا۔ یہ تینوں بھائی معرکۂ بدر میں شریک تھے اور معوذ اور عوف شہید ہوگئے تھے اور معاذ حضرت عثمانؓ کے زمانے تک زندہ رہے اور بعض مؤرخین کے نزدیک جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور وہیں شہید ہوئے ایک صحابی یعلی بن منیہ اپنی دادی کی طرف منسوب تھے کہ منیہ ان کی دادی کا نام تھا۔

منقطع:

منقطع ایسی روایت ہے جس کی سند میں صحابی کے علاوہ کوئی راوی ساقط ہوگیا ہو، خواہ ایک راوی ایک جگہ سے ساقط ہو یا دو راوی دو جگہ سے ساقط ہوں یا سند میں کوئی راوی مبہم

ہو یعنی راوی کا نام نہ لیا گیا ہو۔اس تعریف سے مرسل اور معضل خارج ہو گئے کیونکہ مرسل وہ ہے جس میں صحابی کا نام ساقط ہو گیا ہو اور معضل وہ ہے جس کی سند سے ایک ہی جگہ سے دو راوی ساقط ہو گئے ہوں۔

راوی کے ساقط ہونے کی مثال وہ روایت ہے جو عبدالرزاق نے از ثوری از ابو اسحٰق از زید بن یثیع از حذیفہ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ''اگر تم ابوبکرؓ کو امیر بناؤ تو وہ قوی اور امین ہیں۔'' اس حدیث کی سند میں دو مقامات پر انقطاع ہے۔ پہلا یہ کہ عبدالرزاق نے یہ حدیث ثوری سے نہیں سنی بلکہ نعمان بن ابی شیبہ جندی سے سنی اور اس نے ثوری سے سنی جبکہ سند میں نعمان کا نام ساقط ہے۔ دوسرا یہ کہ ثوری نے یہ حدیث ابو اسحٰق سے نہیں سنی بلکہ انہوں نے شریک سے سنی اور شریک نے ابو اسحٰق سے سنی، جبکہ سند حدیث میں شریک کا ذکر نہیں ہے۔

مبہم کی مثال وہ حدیث ہے جو ابوالعلاء بن الشخیر نے بنی حنظلہ کے دو افراد سے روایت کی مگر ان دو افراد کا نام نہیں لیا یعنی یہ دو افراد سند حدیث میں مبہم ہیں۔

(دیکھئے: انقطاع)

منکر:

منکر وہ روایت ہے جس کی سند میں کوئی راوی ضعیف ہو اور وہ تنہا روایت کر رہا ہو اور اس کی یہ روایت دیگر ثقہ راویوں کے برخلاف ہو۔ گویا منکر روایت کی سند میں تین امور ہوتے ہیں راوی کا ضعف اس کا تفرد اور اس کی ثقہ راویوں کی مخالفت منکر کے بالمقابل معروف ہے۔

(دیکھئے: معروف)

مہمل:

راوی کوئی روایت ایسے دو راویوں سے روایت کرے جن کے نام، یا ان کے باپ کے نام یا ان کے دادا کے نام یا ان کی نسبت ایک ہو اور راوی ان دونوں میں فرق اور امتیاز قائم نہ کرے اور اشتباہ باقی رہے۔

موالی:

موالی مولی کی جمع ہے، مولی کا لفظ اضداد میں سے ہے، یعنی متضاد معنی کا حامل ہے

چنانچہ غلام کو بھی مولی کہتے ہیں اور مالک کو بھی، آزاد کرنے والے کو بھی مولی کہتے ہیں اور آزاد کردہ غلام کو بھی، بہر حال موالی کی تین اقسام ہیں۔

۱:...... مولی حلف جیسے امام مالک بن انس اصبحی تیمی وہ تیمی ولاء حلف کی بنا پر ہیں کہ ان کی قوم نے بنو تیم سے ولاء حلف کر لیا تھا۔

۲:...... مولی عتاقہ: جیسے ابوالبختری طائی ان کا نام سعید بن فیروز ہے یہ غلام تھے اور ان کے آقا نے جو خاندان طے سے تعلق رکھتے تھے انہیں آزاد کر دیا تھا۔

۳:...... مولی اسلام جیسے امام محمد بن اسماعیل بخاری جعفی۔ ان کے دادا مجوسی تھے اور یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔

موصول:

موصول یا متصل وہ روایت ہے جس کی سند متصل ہو، اگر صحابی تک متصل ہو تو موقوف ہے اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک موصول ہو تو متصل اور مرفوع ہے۔

(دیکھئے: متصل)

موضوع:

موضوع ایسی روایت ہے جسے راوی نے جھوٹ گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیا ہو موضوع احادیث کا روایت کرنا اور بیان کرنا حرام ہے الا یہ کہ تعلیمی مقاصد کے لئے استاذ اس تصریح کے ساتھ بیان کرے کہ یہ موضوع روایت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''اگر کوئی شخص مجھ سے منسوب کوئی ایسی بات نقل کرے جسے جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے۔'' علمائے کرام نے سخت کاوش اور محنت سے موضوع روایات کا پتہ لگایا ہے اور ان کو جمع کر کے مستقل کتابوں میں مدون کیا ہے اور موضوع مرویات کے جاننے کے قواعد مقرر کیے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱:...... واضع حدیث خود ہی اعتراف کرے کہ فلاں روایت اس کی گھڑی ہوئی ہے جیسے میسرۃ بن عبدربہ نے اعتراف کیا کہ اس نے فضائل علیؓ میں ستر احادیث وضع کی ہیں۔

۲:...... حدیث کی عبارت میں لحن (غلطی) ہو یا اس کے مفہوم میں رکاکت ہو، جس کی افصح

العرب سے توقع نہیں کی جاسکتی۔

۳:...... حدیث ایسے موضوع پر مشتمل ہو جو خلاف عقل ہو یا مشاہدے کے خلاف ہو یا محسوسات کے خلاف ہو۔

۴:...... حدیث میں کسی معمولی بات پر سخت وعید ہو یا معمولی بات پر غیر معمولی اجر وثواب کا بیان ہو۔

۵:...... واضع حدیث جھوٹا مشہور ہو۔

۶:...... حدیث موضوع کتاب اور سنت کے برخلاف ہو۔

۷:...... موضوع حدیث تاریخی حقائق کے برخلاف ہو، مثلاً خیبر کے یہودیوں سے جزیہ معاف ہونے کی دستاویز جس پر سعد بن معاذ کی گواہی ثبت کی گئی تھی حالانکہ سعد بن معاذ جزیہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔

۸:...... حدیث موضوع راوی کے مسلک کے مطابق ہو اور وہ اپنے مذہب میں متعصب ہو، جیسے رافضی کی فضائل اہل بیت کی حدیث۔

۹:...... حدیث موضوع میں کوئی عظیم بات بیان کی گئی ہو جو اگر واقع ہوتی تو متعدد لوگ بیان کرتے لیکن واضع کے علاوہ کسی نے بیان نہیں کی۔

محدثین نے زندگیاں حدیث نبوی کی تعلیم وتعلم میں گزاریں۔ اس طول ممارست اور غزارت علم سے ان کو ایسا ملکہ حاصل ہو گیا تھا کہ وہ احادیث کو بخوبی پہچان سکتے تھے اور انہیں بخوبی معلوم تھا کہ کون سی بات کلام نبوت ہے اور کونسی بات کذب فی ملق ہے اسی لئے وہ کہتے تھے کہ "حدیث آفتاب نہار کی طرح روشن اور جھوٹ تاریکی شب کی طرح مختلق ہوتا ہے اور اسی سے ہم جان لیتے ہیں کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ ہے۔ (دیکھئے: اسباب وضع حدیث)

موقوف:

صحابۂ کرامؓ کے وہ اقوال وافعال جن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نہ ہو موقوفات ہیں جو موقوف کی جمع ہے۔ یعنی کسی صحابی کا قول یا ان کا فعل موقوف ہے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول "جو کسی عراف یا کاہن کے پاس گیا اس نے محمدؐ کا انکار کیا۔"

مؤتلف ومختلف:

راویانِ حدیث کے ایسے اسماء القاب اور انساب جو تحریری صورت میں یکساں لکھے جائیں لیکن تلفظ اور ادائیگی میں فرق ہو جیسے سلام اور سلّام۔ (دیکھئے: ائتلاف واختلاف)

مؤنن:

مؤنن ایسی سند حدیث ہے جس میں راوی نے اَن کا لفظ استعمال کیا ہو اور کہا ہو کہ أن فلانا قال كذا. امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ معنعن اور مؤنن دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور ان دونوں کے قابل قبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ راوی مدلس نہ ہو اور جس راوی سے روایت کر رہا ہے اس سے ملاقات اور سماع ثابت ہو۔ (دیکھئے: معنعن)

﴿ن﴾

نازل:

نازل نزول سے ہے۔جس کے معنی ہیں ایسی سند حدیث جس میں بہ نسبت دوسری سند کے راویوں کی تعداد زیادہ ہو۔غرض نازل ایسی سند حدیث ہے۔جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک راویوں کی تعداد زیادہ ہو۔(دیکھئے: عالی و نازل)

النسب التی علی خلاف ظاہرھا:

نسب نسبت کی جمع ،یعنی راوی کسی جگہ یا قبیلہ یا ہنر کی طرف منسوب ہو لیکن یہ نسبت ظاہری ہو فی الواقع نہ ہو جیسے حضرت ابو مسعود عقبۃ بن عمرو انصاری بدریؓ نے غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی تھی بلکہ وہ کسی وقت بدر کے مقام پر گئے یا کچھ وقت وہاں رہے تھے اس لئے انہیں بدری کہا جانے لگا۔

﴿و﴾

واھی:

واھی یعنی حدیث ضعیف جس میں صحیح اور حسن کے اوصاف موجود نہ ہوں۔ضعف کے درجات ہیں اور ضعیف کی اقسام کا تنوع ضعف کے درجات کے تنوع کی بنا پر ہے۔اگر ضعف بہت زیادہ ہو تو ایسی روایت واھی اور منکر کہلاتی ہے۔غرض واھی وہ روایت ہے جس میں ضعف زیادہ ہو۔ضعف اگر سند حدیث میں بڑھا ہوا ہو تو ایسی سند کو اوھی الاسانید کہا جاتا ہے۔(دیکھئے: اضعف الاسانید)

وجادۃ:

وجادہ کے معنی پانے کے ہیں،یہ تحمل حدیث کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ راوی کو اپنے کسی معاصر کا تحریری مسودہ ملے جس میں احادیث ہوں اور یہ راوی اس کا خط پہچانتا ہو چاہے اس کی اس سے ملاقات ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو یا راوی کو کتاب ملی ہو اور صاحب کتاب اس کا معاصر نہ ہو لیکن ایسے ذرائع اور قرائن موجود ہوں جس سے توثیق کی جائے کہ یہ کتاب فلاں کی ہے تو اس صورت میں اس کتاب میں موجود احادیث کی روایت درست ہے کہ میں نے فلاں کتاب میں یہ حدیث پائی یا مجھے فلاں شخص کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ حدیث ملی۔وجادہ کی مثالیں مسند احمد بن حنبل میں موجود ہیں اسی طرح صحیح مسلم میں بھی اس کی بعض مثالیں موجود ہیں۔(دیکھئے: تحمل حدیث)

وُحدان:

وحدان واحد کی جمع ہے،مراد ایسے راوی ہیں جن سے روایت کرنے والا ایک ہو، جیسے صحابۂ کرامؓ میں عروۃ بن مضرسؓ کہ ان سے روایت نقل کرنے والے صرف شعبی ہیں تابعین میں ابو العشراء ہیں ان سے صرف حماد بن سلمہ روایت کرتے ہیں۔

وصیت:

وصیت تحمل حدیث کے طریقوں سے ایک طریقہ ہے اوراس کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنی موت سے یا سفر سے قبل کسی کو وصیت کرے کہ میری فلاں کتاب کی احادیث روایت کرے۔ابن سیرین کے نزدیک یہ وصیت درست ہے اور موصٰی کو اس طرح روایت کرنا جائز ہے۔ابو قلابہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی کتابیں ایوب سختیانی کی سپرد کردی جائیں اور یہ کتابیں سواری کے ایک جانور پر لاد کر لائی گئی تھیں اور ایوب نے دس درہم سے زیادہ کرایہ ادا کیا تھا۔(دیکھئے: تحمل حدیث)

تم الکتاب والحمد للہ علی نعمائہ

ساجد الرحمٰن صدیقی